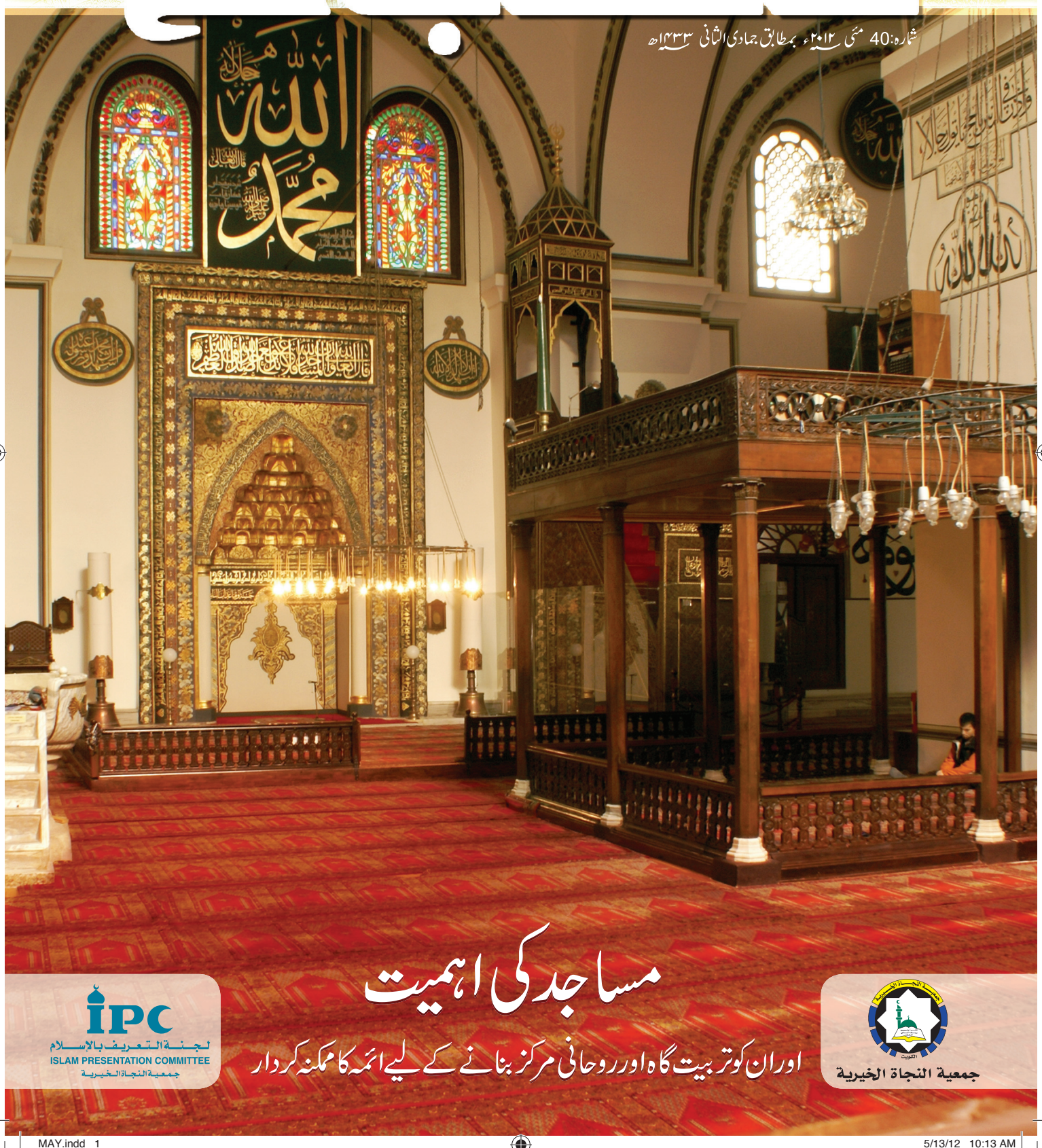
ماہنامہ

مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

شمارہ:40 مئی ۲۰۱۲ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ



مساجد کی اہمیت

اوران کوتربیت گاہ اورروحانی مرکز بنانے کے لیے ائمہ کا ممکنہ کردار

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

جمعية النجاة الخيرية
الكويت

MAY.indd 1 5/13/12 10:13 AM

''کویت کی پارلیمان نے ۳ مئی ۲۰۱۲ کو ایک بل کی منظوری دی ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ، قرآن مجید، تمام انبیاء علیہم السلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات کی توہین کے مرتکب کسی بھی مسلمان کو سزائے موت دی جائے گی۔

کویت کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کونا کی اطلاع کے مطابق جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسلمان کو بھی پھانسی کی سزا دی جائے گی لیکن اگر کوئی غیر مسلم اس دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسے دس سال تک قید کی سزا دی جائے گی۔''

ہر عہد میں عدل وانصاف کی راہ چلنے والوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہب پر چلتے ہوئے دوسرے مذاہب کے متبعین کے جذبات کا پاس رکھنا ضروری ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، جس نے انسانی جذبات کی تکریم کا قدم قدم پر لحاظ رکھا ہے، اسی لیے قرآن نے معبودان باطل کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا کہ اس سے انسانی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور ردعمل کی نفسیات جاگ اٹھتی ہے (الانعام:108)

کوئی بھی معقول قانون ایسے طرز عمل کو برداشت نہیں کر سکتا، جس سے لاکھوں انسانوں کے جذبات مجروح ہوں۔

آج منشیات کی اسمگلنگ کی سزا قتل ہے، کسی ملک کے جھنڈے کی توہین کی جائے تو یہ سخت قابل مواخذہ ہے، اسی لیے اسلام میں رسولوں اور پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی سزا قتل ہے۔

ایک انسان کے قتل کی سزا قتل ہے، حالاں کہ اس سے ایک خاندان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، ایک ملک سے بغاوت کی سزا قتل ہے، حالاں کہ اس سے بھی ایک محدود گروہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، تو ایک ایسی شخصیت کی بے احترامی جس سے کروڑوں انسانوں کے احساسات مجروح ہوتے ہوں اس کا مجرم یقیناً قتل کا مستحق ہے۔

فقہاء کے یہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، فقہ کے چاروں دبستان حنفیہ، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ اس بابت متفق ہیں (ردالمحتار:2903، المغنی:339) اور علامہ ابن تیمیہؒ نے تو اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے 'سیف اللہ المسلول علی شاتم الرسول'۔ یہ اس لیے تاکہ حضرات انبیائے کرام، جو انسانیت کے لیے چراغ راہ تھے، کی حیات طیبہ بچوں کا کھیل بن کر نہ رہ جائے۔



مصباح
ماہنامہ

شمارہ:40 مئی ۲۰۱۲ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

سرپرست اعلی
محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی
خالد عبداللہ السبع

ایڈیٹر
صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

رابطہ کا پتہ
پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاة 13017 کویت
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104,160
ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in
ویب سائٹ: www.misbahmagazine.com

ہاٹ لائن رابطہ
97266691

ناشر
لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

گرافک ڈیزائن
نادر بلال

مؤسسة زخرف للدعاية والإعلان
Zukhruf Advertising Agency
www.zukhruf.net

اس شمارے میں

کالمز	مضامین	قلمکاران	صفحہ
تجلیات	آپ نے اپنے دین کے لیے کیا کیا؟	صفات عالم محمد زبیر تیمی	2
صدائے عرش	مصیبت میں فطرت عود کر آتی ہے	شیخ صلاح الدین یوسف	3
آئینۂ رسالت	گھر میں سکون کیسے؟	شیخ مقصود الحسن فیضی	3
تزکیہ وتربیت	کبیرہ گناہ کیا ہیں؟	مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی	4
اصلاح معاشرہ	نوجوان نسل کا بگاڑ-ذمے دار کون؟	ڈاکٹر نوشاد علی	6
نقش راہ	محمد پر ہی قرآن کیوں نازل ہوا؟	محمد آصف ریاض	7
لمحۂ فکریہ	دور جدید کے چیلنج اور ہماری ذمّے داریاں	احمد علی اختر	8
نسخۂ سعادت	خوشگوار زندگی کے راہنما اصول	ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد	11
آداب وحقوق	اولاد کے حقوق	احتشام الحق سلفی	12
اسلامیات	مساجد کی اہمیت	ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی	14
گوشۂ خواتین	کیا آپ خوش نصیب بننا چاہتی ہیں؟	ڈاکٹر علی بن عبدالخالق القرنی	17
فقہ وفتاوی	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ادارہ	18
باغیچۂ اطفال	سنئے! آپ کا بچہ آپ سے کیا چاہتا ہے؟	اشتیاق احمد	19
روداد چمن	IPC کے شب وروز	ادارہ	20
بزمِ ادب	شورش برطوئے	فیض احمد فیض	21



ستقرأ في هذا العدد

☆كلمة العدد (ماذا قدمت لدينك؟) ☆ قبس من القرآن الكريم (صفاء الفطرة عند المصائب) ☆ قبس من الأحاديث النبوية (كيف تحقق السكينة في البيوت؟) ماهي الكبائر ؟ ☆ مسئوليتنا تجاه تحديات العصر الحديث ☆ الانحرافات في الأجيال الناشئة وحمايتها من الآثار السلبية ☆لماذا أنزل اللهﷻ القرآن على محمدﷺ☆ أسباب ووسائل السعادة الدنيوية (2) ☆ من أخلاقيات الاسلام: الأمانة ☆ حقوق الأولاد ☆ المساجد ودورها في نهضة الأمة الاسلامية ☆ أختاه ! هل تريدين السعادة ؟ ☆ الفتاوى الشرعية ☆ ماذا يريد الأطفال منك أيها المربي ؟ (5) ☆ أنشطة اللجنة ☆ ساحة الشعر والأدب

MAY.indd 1 5/13/12 10:14 AM

آپ نے اپنے دین کے لیے کیا کیا؟

آج باطل پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اُتر چکا ہے اور اپنے ژولیدہ افکار و خیالات کو فروغ دینے کے لیے ہر طرح کے وسائل بروئے کار لا رہا ہے، بالخصوص انٹرنیٹ کی دنیا میں فیس بک، ٹویٹر، بلوگز، یوٹیوب اور مختلف ویب سائٹس کے ذریعہ شہوات اور شبہات کو ہوا دینے میں لگا ہوا ہے، ہم بحیثیت مسلمان جانتے ہیں کہ وہ باطل کے داعی ہیں، اور ہم حق پر ہیں، ہم اس دین کے ماننے والے ہیں جس کی تابعداری دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا ضامن ہے، ہم اس دین کے ماننے والے ہیں جس کی راہ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کی گئی ہیں، اسی دین کے لیے آدم علیہ السلام تھکے تھے، نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک محنت کی تھی، ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تھا، اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری چلی تھی، یوسف علیہ السلام کو سستے داموں بیچا گیا تھا اور وہ چند سالوں تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہے تھے، زکریا علیہ السلام کو آری سے چیرا گیا تھا، یحیی علیہ السلام کو ذبح کیا گیا تھا، ایوب علیہ السلام نے سختیاں جھیلیں تھیں، موسی علیہ السلام نے بنواسرائیل کے اکڑپن کو برداشت کیا تھا، عیسی علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی تدبیریں کی گئیں تھیں، اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مسلسل 23 سال تک اذیتوں کا سامنا کیا تھا۔ اسی دین کے لیے آپ کو ساحر، کاہن اور دیوانہ کہا گیا تھا، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے تھے، آپ کی گردن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑیاں ڈالی گئی تھیں، آپ نے پتھر کھایا تھا، اسی دین کے لیے آپ کو گھر سے بے گھر کیا گیا تھا، آپ نے لڑائیاں لڑیں تھیں، آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے، اور بھوک کی شدت سے شکم مبارک پر پتھر باندھا تھا، پھر صحابہ کرام اور ہر دور میں اللہ والوں نے اس دین کے لیے جان و مال کی قربانیاں پیش کیں، تب جا کر یہ دین ہم تک محفوظ شکل میں پہنچا ہے۔

اس دین حق کی خدمت جن وانس تو کجا دنیا کی ساری مخلوق کر رہی ہے، اور اپنے وجود سے اسلام کی شہادت دے رہی ہے۔ معمولی سا پرندہ 'ہُدہُد' کے کردار پر غور کر کے دیکھ لیجئے: سلیمان علیہ السلام کو اللہ پاک نے جن وانس اور چرند و پرند سب پر اختیار دے رکھا تھا، ایک دن 'ہُدہُد' نام کا ایک پرندہ ان کی اجازت کے بغیر کہیں چلا گیا، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آ کر اس نے جذبات بھرے لہجے میں رپورٹ پیش کی کہ میں ملکِ سبا سے آ رہا ہوں جہاں کی حکمراں ایک خاتون ہے، میں نے اسے اور اس کی قوم کو سورج کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا ہے، شیطان نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے، اسی لیے اللہ کو چھوڑ کر سنس پرستی میں لگے ہوئے ہیں ..... پھر سلیمان علیہ السلام کا دعوتی مکتوب لے کر ملکۂ سبا کی خدمت میں پہنچا، ملکۂ سبا نے سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کی، بالآخر پوری قوم کے ساتھ ملکۂ سبا اسلام کے دامن میں پناہ لیتی ہے۔

یہ ایک پرندے کا کردار ہے، جس کے اندر شرک کا منظر دیکھ کر دینی غیرت جاگ رہی ہے، پھر شمس پرست قوم تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے پریشان ہو جاتا ہے۔ حالانکہ پرندے کی یہ ذمہ داری نہیں ہے، یہ ذمہ داری تو ہماری اور آپ کی ہے۔ ہمارے وجود کا مقصد ہی دوسروں کی رہنمائی ہے، ہم بہترین امت محض اس لیے قرار دیئے گئے ہیں کہ ہم خیر کے داعی اور دین کے سپاہی ہیں۔ اب ہم ذرا دل کو ٹٹولیں! اور من سے پوچھیں! کہ آخر ہم نے اپنے دین کے لیے کیا کیا، ہم اپنے شب و روز کے معمول میں سے دین کے لیے کتنا وقت نکال پاتے ہیں، دنیا کے لیے جو ہماری منصوبہ بندی اور پلاننگ ہوتی ہے اس کا کتنا حصہ ہم دین کے لیے دے رہے ہیں۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ آج ہماری اکثریت صبح سے لے کر شام تک دنیاوی زندگی کے تقاضوں میں لگی رہتی ہے، ہم دین کی خدمت کے لیے سو بہانے بناتے ہیں، ہم کل قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کیا جواب دیں گے جب وہ ہم سے ان لوگوں کی بابت پوچھے گا جن تک دین نہ پہنچ سکا تھا، یا وہی لوگ ہماری گردن پکڑ کر اللہ کے دربار میں پیش کریں گے کہ خدایا! اس نے ہم تک حق نہیں پہنچایا..... اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا؟ کونسا چہرہ لے کر اپنے نبی سے روبرو ہو سکیں گے جن کی 23 سالہ زندگی اس دین کے لیے وقف تھی.....؟

تو پھر سستی کب تک اور غفلت کیوں کر، کمر ہمت باندھیں، فروعی اختلافات میں الجھ کر علم کا استحصال نہ کریں، ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بڑھیں، کرنے کے کام بہت ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اللہ کس سے کون سا کام لے لے، اس لیے خود کو حقیر نہ سمجھیں، آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، قوم کو آپ کی سخت ضرورت ہے، آپ دین کے لیے جو بھی خدمت پیش کر سکتے ہیں پہلی فرصت میں اس کے لیے خود کو تیار کریں، کیا آپ کو اس خبر پر تعجب نہیں ہے کہ جرمن کے میونخ شہر میں ایک نوجوان لڑکے نے کاروں کے پہیے کا بڑا اشتہاری بورڈ دیکھا جس پر لکھا گیا تھا: "آپ یو کو ھاما ٹائر کو نھیں جانتے ....."!

اس مسلم نوجوان نے اسی اعلان کے بازوں میں قیمت دے کر یہ اعلان شائع کرایا:

"آپ اسلام کو نھیں جانتے ..... اگر جاننے کے خواھشمند ھیں تو اس نمبر پر رابطہ کریں....." پھر کیا تھا ہر طرف سے اُسے فون آنے لگا، اور محض ایک سال میں ایک ہزار مرد و خواتین نے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ یہ دیکھ کر مخیّر حضرات نے اس کی خدمت میں مالی تعاون پیش کیا جس سے اس نے ایک مسجد بنائی، دعوتی سینٹر قائم کیا اور تعلیم گاہ تعمیر کی۔

آیئے! ہم بھی آپ کو ایک دعوتی ٹول دیتے ہیں، اگر ممکن ہو سکتا ہو تو اپنی ذاتی گاڑی پر یہ اعلان آویزاں کریں: "آپ اسلام کو نھیں جانتے ..... جاننے کے خواھشمند ھیں تو ھمیں روکنے میں جھجھک محسوس نہ کریں" پھر دیکھیں، اس کا کیا اثر ہوتا ہے، اگر آپ داعی کی حیثیت سے خود کو پیش نہیں کر سکتے تو کم از کم دعوتی لٹریچر تقسیم کرنے میں ہمارا ساتھ تو دے سکتے ہیں، یہ رسالہ جو ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے، کیا آپ کو پتہ ہے کہ اسے آپ تک پہنچانے میں ہمیں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، کیا آپ نے کبھی اپنا محاسبہ کیا کہ اس رسالے نے ہمیں کیا دیا ہے، کیا آپ نے اسے پڑھنے کے بعد دوسروں تک بھی پہنچانے کی سنجیدہ کوشش کی ہے، پھر جنہوں نے آپ تک اسے پہنچایا ہے وہ بھی تو آپ ہی کے جیسے ایک ملازمت پیشہ آدمی ہیں، آخر آپ کے حصے میں یہ کام کیوں نہ آ سکا، تصور کریں کہ اگر ایک رسالے کے ذریعہ اللہ پاک نے کسی کو ہدایت دے دی تو آپ کے لیے یہ عمل دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ لہٰذا ہر طرح کے تحفظات کو بالاتر رکھتے ہوئے دین کی خدمت کے لیے ہمارا ساتھ دیجئے۔ ہمیں آپ کے فون کا شدت سے انتظار رہے گا۔

صفات عالم محمد زبیر تیمی
safatalam12@yahoo.co.in

MAY.indd 2 5/13/12 10:14 AM

شیخ صلاح الدین یوسف

مصیبت میں فطرت عود کر آتی ہے

﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَـٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ (سورۃ یونس 22)

ترجمہ: ''وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (بُرے) آ گھرے، (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔''

تشریح: ﴿يُسَيِّرُكُمْ﴾ وہ تمہیں چلاتا یا چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ ''خشکی میں'' یعنی اس نے تمہیں قدم عطا کیے جن سے تم چلتے ہو، سواریاں مہیا کیں جن پر سوار ہو کر دور دراز کے سفر کرتے ہو۔ ''اور سمندر میں'' یعنی اللہ نے تمہیں کشتیاں اور جہاز بنانے کی عقل اور سمجھ دی۔ تم نے وہ بنائیں اور ان کے ذریعے سے سمندروں کا سفر کرتے ہو۔

﴿أُحِيطَ بِهِمْ﴾ کا مطلب ہے: جس طرح دشمن کسی قوم یا شہر کا احاطہ یعنی محاصرہ کر لیتا ہے اور پھر وہ دشمن کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں، اسی طرح وہ جب سخت ہواؤں کے تھپیڑوں اور تلاطم خیز موجوں میں گھر جاتے ہیں اور موت ان کو سامنے نظر آتی ہے۔

(اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں: یعنی پھر وہ دعا میں غیر اللہ کی ملاوٹ نہیں کرتے جس طرح عام حالات میں کرتے ہیں۔ عام حالات میں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ بھی اللہ کے بندے ہیں، انہیں بھی اللہ نے اختیارات سے نواز رکھا ہے اور انہی کے ذریعے سے ہم اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ لیکن جب اس طرح شدائد میں گھر جاتے ہیں تو یہ سارے شیطانی فلسفے بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ یاد رہ جاتا ہے اور پھر صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ انسان کی فطرت میں اللہ واحد کی طرف رجوع کا جذبہ ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان ماحول سے متاثر ہو کر اس جذبے یا فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ جذبہ ابھر آتا ہے اور یہ فطرت عود کر آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ توحید فطرت انسانی کی آواز اور اصل چیز ہے، جس سے انسان کو انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس سے انحراف فطرت سے انحراف ہے جو سراسر گمراہی ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشرکین اس طرح جب مصائب میں گھر جاتے تو اپنے خودساختہ معبودوں کی بجائے صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے۔ چنانچہ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کے بارے میں آتا ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ باہر کسی جگہ جانے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آ گئی، جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا کہ آج اللہ واحد سے دعا کرو، تمہیں اس طوفان سے اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں ہے۔ حضرت عکرمہ ؓ کہتے ہیں: میں نے سوچا اگر سمندر میں نجات دینے والا ایک صرف ایک اللہ ہے تو خشکی میں بھی یقیناً نجات دینے والا وہی ہے۔ اور یہی بات محمد (ﷺ) کہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر میں یہاں سے زندہ بچ کر نکل گیا تو مکہ واپس جا کر اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

لیکن افسوس! امت محمدیہ کے عوام اس طرح شرک میں پھنسے ہوئے ہیں کہ شدائد وآلام میں بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے فوت شدہ بزرگوں کو ہی مشکل کشا سمجھتے اور انہی کو مدد کے لیے پکارتے ہیں! فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ! فلیبک علی الاسلام من کان باکیاً

شیخ مقصود الحسن فیضی (سعودی عرب)

گھر میں سکون کیسے؟

عَنِ عبد الله ابنِ عُمَرَ عَنِ النبی ﷺ قَالَ " اجعَلُوا مِن صَلاتِكُم فِی بُيُوتِكُم وَلاَ تَتَّخِذُوها قُبُورًا ". (صحیح البخاری:432، الصلاۃ، صحیح مسلم:777، المسافرون)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھروں کے لیے رکھ لو، اور انہیں قبرستان نہ بناؤ''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: گھروں کو اللہ تعالی نے "سکن" بتلایا ہے، یعنی سکون واطمینان کی جگہ، لیکن کسی بھی گھر کے "مسکن" [سکون کی جگہ] ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے معنوی و مادی دونوں طرح آباد رکھا جائے اور اس کی معنوی و مادی زینت پر توجہ دی جائے، اور اگر اس کی صرف مادی زیبائش پر توجہ دی گئی اور معنوی زینت سے مزین نہ کیا گیا تو وہ گھر کبھی بھی سکون واطمینان کی جگہ نہیں بن سکتا بلکہ اس کی مثال جسد بے روح کی ہوگی کہ مردہ لاش کو خواہ کتنے خوبصورت لباس پہنائے جائیں اسے اچھی سے اچھی خوشبو سے معطر کیا جائے لیکن سڑنے گلنے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بننے سے اسے کوئی چیز نہیں روک سکتی، نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالی کا ذکر نہیں کیا جاتا زندہ ومردہ کی مثال ہے۔'' (صحیح مسلم بروایت ابوموسیٰؓ)

لہذا ضروری ہے کہ جہاں گھر کی ظاہری صفائی کا اہتمام کیا جائے وہیں گھر میں داخلے کے وقت بسم اللہ اور ذکر الٰہی کے ذریعہ شیطان کے وجود سے بھی اس کو پاک کیا جائے، جہاں اپنے گھروں میں عطر بیزی کی جائے اور خوشبو لگائی جائے وہیں ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن سے بھی اسے معطر کیا جائے، اور جہاں گھروں کو مزین کرنے کے لیے دیواروں پر پھول پتے بنائے جائیں اور پھولوں کے گلدستے رکھے جائیں وہیں نمازوں کے گلدستوں سے بھی اسے سجایا جائے، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ گھروں میں سنت ونفل نماز پڑھنے کی خصوصی تاکید فرماتے تھے، جیسا کہ زیر بحث حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ یعنی فرائض سے ہٹ کر نفلی نمازیں اپنے گھر میں ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بنادو کہ جس طرح قبریں عبادت وعمل سے خالی ہوتیں ہیں اور جس طرح مردے اپنے گھروں [قبروں] میں نماز نہیں پڑھتے ویسے تم لوگ بھی نہ بنو بلکہ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھا کرو اور اپنی عبادت کا کچھ حصہ گھروں کو ضرور دو۔

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی [فرض] نماز مسجد میں ادا کر لے تو اس کو چاہئے کہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ اپنے گھر کے لیے بھی رکھے، اللہ تعالی اس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی سے خیر وبرکت عطا فرمائے گا''۔ (صحیح مسلم)

اہل علم کہتے ہیں کہ گھر میں نفل نماز پڑھنے کے متعدد فائدے ہیں:

[۱] ریا ونمود سے دوری: کیونکہ جب کوئی بندہ کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں تو ریا ونمائش کا شائبہ ہو سکتا ہے لیکن وہی نماز جب تنہائی یا گھر میں ادا کرے گا تو اس میں ریا کا شبہ کم از کم ہوگا اور اخلاص کے زیادہ قریب ہوگی، اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس جگہ کے مقابل میں جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں وہ فضیلت رکھتا ہے جو فضیلت فرض نماز کو نفل پر حاصل ہے۔'' (شعب الایمان) [۲] خیر وبرکت کا سبب ہے۔ [۳] گھر میں رحمت کے فرشتے رہتے ہیں۔ (باقی صفحہ 10 پر)

MAY.indd 3 5/13/12 10:14 AM

کبیرہ گناہ کیا ہیں؟

ترجمہ وتلخیص: محمد انور محمد قاسم سلفی
استفادۃ: کتاب الکبائر: للإمام الذّھبی
الکبائر: للشیخ محمد بن سلیمان التمیمی

شیطان نے انسان کو راہِ حق سے بھٹکانے کے لیے کئی طرح کے جال بچھا رکھے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو رب العالمین کی نافرمانی میں پھنسا دیتا ہے اور اس سے طرح طرح کے گناہ کرواتا ہے، گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1۔ صغیرہ گناہ: یہ چھوٹے گناہ، وضو، نماز، روزہ، صدقہ وخیرات اور دیگر نیکیوں سے اللہ ربّ العالمین معاف فرما دیتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ [النّساء:31] ''اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی موٹی بُرائیوں کو مٹا دیں گے اور تمہیں عزّت کی جگہ (جنت میں) داخل کریں گے''۔

2۔ کبیرہ گناہ: یہ بڑے گناہ ہیں جو صرف سچی توبہ سے ہی معاف ہو سکتے ہیں. اگر گناہ کسی انسان کے حق سے متعلق نہ ہو تو اس سے توبہ کی تین شرائط ہیں: 1۔ جس گناہ میں انسان ملوّث ہے اُس سے باز آجائے۔ 2۔ کئے ہوئے گناہ پر ندامت اور شرمندگی ہو۔ 3۔ آئندہ اُس گناہ کو کبھی بھی نہ کرنے کا عزم ہو۔ اگر گناہ کسی انسان کے حق سے متعلق ہو تو چوتھی شرط مزید یہ عائد ہوتی ہے کہ اگر کسی انسان کا حق اس نے چھینا ہو تو اس کا حق لوٹا دے اگر وہ نہ ملے تو اس کے وارثوں کو دے اور اگر وہ بھی نہ ملیں تو اس کی جانب سے صدقہ وخیرات کر دے، اگر حق لوٹانے کی طاقت نہیں تو اس سے معافی مانگ لے، اگر وہ نہ ملے تو اس کے حق میں دُعائے مغفرت کرے۔

ذیل میں اُن کبیرہ گناہوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہمارے معاشرے میں عام ہیں اور جن سے بچنا ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے نہایت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

1۔ شرک: فرمانِ الٰہی! ''بیشک جو شرک کرے گا اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے'' [المائدہ:72] فرمان نبوی ﷺ: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے''۔ [متفق علیہ] ۔شرک کی دو قسمیں ہیں:

1۔شرک اکبر: وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی جائے یا عبادت کی کوئی قسم غیر اللہ کے ساتھ روا رکھی جائے.

2۔ شرک اصغر: اور یہ دکھلاوا اور ریاکاری ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ جلّ شانہٗ کا فرمان ہے: ''میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بیزار ہوں، جو کوئی (نیک) عمل کر کے اس میں میرے علاوہ اور کسی کو شامل کرتا ہے میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی'' [مسلم]

2۔ قتل: فرمانِ الٰہی! ''جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے اس کا بدلہ جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور تیار کر رکھا ہے اس کے لیے بڑا عذاب'' ۔[النساء:93] فرمان نبوی ﷺ: ''سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا..... [متفق علیہ]

3۔ جادو: فرمانِ الٰہی! ''کفر تو شیطانوں نے کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''۔[البقرۃ:102] فرمان نبوی: ''سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، ناحق کسی کی جان لینا'' [بخاری]

4۔نماز چھوڑنا: فرمانِ الٰہی! ''پھر ان (نیک لوگوں) کے بعد وہ ناخلف لوگ انکے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں برباد کر دیں اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، یہ لوگ عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے''۔ [مریم:59] فرمان نبوی ﷺ: ''ہمارے اور انکے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے جس نے اسکو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا'' [احمد، ترمذی، نسائی]

5۔ زکاۃ نہ دینا: فرمانِ الٰہی! ''بربادی ہے ان مشرکین کے لیے جو زکاۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں''۔[حم السجدۃ:7-6]

6۔ والدین کی نافرمانی: فرمانِ الٰہی: ''آپ کے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں جھڑکی دو، ان سے ادب کے ساتھ بات کرو اور انکے آگے عاجزی کے بازو، نیازمندی سے جھکا کر رکھو اور کہو: اے میرے رب! ان دونوں پر ایسے ہی رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا'' [الاسراء:23] فرمان نبوی ﷺ: ''کیا میں تمہیں بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ ان گناہوں میں آپ ﷺ نے والدین کی نافرمانی کو بھی ذکر کیا''۔ [متفق علیہ] نیز فرمایا: ''اللہ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے''۔[ترمذی]

7۔ زناکاری: فرمانِ الٰہی! ''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے'' [الاسراء:32] فرمان نبوی: ''جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر اسکے سر پر چھتری کی طرح ٹھہر جاتا ہے، جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے تو پھر اسکی طرف لوٹ آتا ہے''۔ [ابوداؤد، حاکم]

8۔ لواطت: فرمانِ الٰہی! ''کیا تم (بدکاری کیلئے) دنیا کی مخلوق میں سے مردوں کے پاس آتے ہو اور چھوڑتے ہو ان بیویوں کو جنہیں تمہارے رب نے تمہارے لیے پیدا کیا؟ بلکہ تم تو حد سے آگے بڑھی ہوئی قوم ہو'' [الشعراء:166-165] فرمان نبوی ﷺ: ''اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے قوم لوط کا کام کیا'' [نسائی]

9۔ سود خوری: فرمانِ الٰہی! ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (لوگوں پر) جو کچھ تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے''۔[البقرۃ:278] فرمان نبوی ﷺ: ''سود کھانے اور کھلانے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ [مسلم]

10۔ یتیم کا مال کھانا: فرمانِ الٰہی! ''جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ داخل جہنم ہونگے'' [النساء:10]۔ نیز فرمایا: ''یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، (اس میں تصرف نہ کرو) مگر اس طرح سے جو اس کے حق میں بہتر ہو''۔[الاسراء :34]

MAY.indd 4 5/13/12 10:15 AM

11۔اللہ اور رسول ﷺ پر جھوٹ گھڑنا: فرمان الٰہی !''قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ گھڑا تھا انکے چہرے کالے ہیں''۔[الزمر:60] فرمان نبوی!جس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا اسکو چاہئے کہ وہ جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنالے''۔[بخاری]

12۔تکبر،غرور،گھمنڈ اورخود پسندی: فرمان الٰہی !''بیشک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''[النحل:23]فرمان نبوی ﷺ:''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا''۔[مسلم]

13۔ جھوٹی گواہی: فرمان الٰہی! ''بتوں کی گندگی سے بچو اور بچو جھوٹ کہنے سے''۔[الحج:30]فرمان نبوی ﷺ! جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اس وقت تک ہل نہیں سکتے جب تک کہ اس کے لیے دوزخ واجب نہ ہوجائے[ابن ماجہ،حاکم] نیز فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ،ماں باپ کی نافرمانی کرنا ،اور جھوٹ سے بچتے رہو'آپ اسی بات کو اتنا دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش آپ ﷺ خاموش ہوجاتے [متفق علیہ]

14۔ شراب نوشی اورجوا : فرمان الٰہی!''اے ایمان والو! بیشک شراب نوشی، جوابازی، بت پرستی اور فال کے تیر، یہ تمام گندے شیطانی کام ہیں، پس تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ''[المائدۃ :90] فرمان نبوی ﷺ!'' اللہ کی لعنت ہو شراب پر، اسکے پینے والے پر، پلانے والے پر، خریدنے والے پر، کشید کرنے والے پر، لے جانے والے پر، اور جس کی طرف لے جایا جائے اس پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر''[ابوداؤد] نیز فرمایا: ''شرابی جس وقت شراب پیتا ہے مومن نہیں ہوتا'' [متفق علیہ]

15۔ تہمت لگانا: فرمان الٰہی!''جولوگ پاک باز' بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اوران کے لیے بڑا عذاب ہے''۔[النور:23]فرمان نبوی ﷺ:''جس نے کسی لونڈی پر زنا کی تہمت لگائی قیامت کے دن اس پر حد قائم کی جائے گی الا یہ کہ اس نے جیسا کہا ہو ویسا ہی ہو۔''[بخاری]

16۔چوری : فرمان الٰہی:''چوری کرنے والے مرد اورعورت کے ہاتھ کاٹو، یہ انکے کئے کا بدلہ ہے، سزا ہے اللہ کی جانب سے اور اللہ زبردست ،حکمت والا ہے''۔[المائدۃ:38] فرمان نبوی !'' زانی،زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور نہ ہی چور، چوری کرتے وقت مومن ہوتا ہے''۔[بخاری]

17۔ ڈاکہ زنی : فرمان الٰہی!''یہی سزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں بدامنی پھیلاتے ہیں کہ انہیں قتل کردیا جائے یا پھانسی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا انہیں جلاوطن کردیا جائے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے''۔[المائدۃ:33]

> **بڑے گناہ سچی توبہ سے ہی معاف ہوسکتے ہیں، اگر گناہ کسی انسان کے حق سے متعلق نہ ہوتو اس سے توبہ کی تین شرائط ہیں:**
>
> - جس گناہ میں انسان ملوّث ہے اُس سے باز آجائے
> - کئے ہوئے گناہ پر ندامت اور شرمندگی ہو۔
> - آئندہ اُس گناہ کو کبھی بھی نہ کرنے کا عزم ہو۔
> - اگر گناہ کسی انسان کے حق سے متعلق ہوتو چوتھی شرط مزید یہ عائد ہوتی ہے کہ اگر کسی انسان کا حق اس نے چھینا ہوتو اس کا حق لوٹادے اگر وہ نہ ملے تو اس کے وارثوں کو دے اور اگر وہ بھی نہ ملیں تو اس کی جانب سے صدقہ وخیرات کردے، اگر حق لوٹانے کی طاقت نہیں تو اس سے معافی مانگ لے، اگر وہ نہ ملے تو اس کے حق میں دُعائے مغفرت کرے۔

18۔جھوٹی قسم : فرمان نبوی ﷺ:''جو جان بوجھ کر کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے جبکہ وہ اس میں گناہ گار ہے، وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا'' [بخاری]

19۔ظلم : ظلم کئی طرح سے ہوتا ہے: لوگوں کا مال کھا کر، ناحق قتل کر کے، گالی دیکر، زیادتی کرکے، اور کمزوروں پر دست درازی کر کے۔

فرمان الٰہی:''ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں''۔[الشعراء :227] فرمان نبوی ﷺ:''ظلم سے بچو کیونکہ وہ قیامت کے دن تاریکی ہے۔''[مسلم]

20۔خود کشی: فرمان الٰہی:''تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالی تم پر بڑا مہربان ہے۔جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسا کرے گا ہم اسے عنقریب دوزخ کے حوالے کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے''[النساء:30-29] فرمان نبوی ﷺ:''مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے، جو کسی مومن پر کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ اس کے قاتل کی طرح ہے، جو شخص کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کرتا ہے اللہ اسی سے اسکو قیامت کے دن عذاب دے گا''.[متفق علیہ]

21۔ بے غیرتی : فرمان نبوی ﷺ:''تین طرح کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہونگے:والدین کا نافرمان، بے غیرت (دیوث) مردوں کی شکل وصورت اختیار کرنے والی عورتیں۔''[نسائی،حاکم،احمد]

22۔پیشاب سے بے احتیاطی اور چغل خوری : پیشاب سے بداحتیاطی عیسائیوں کا شیوہ ہے۔فرمان الٰہی:''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ''۔[المدثر:4]اللہ کے رسول ﷺ کا گذر دو قبروں پر سے ہوا آپ نے ان دونوں صاحب قبر کے تعلق سے فرمایا:''یہ دونوں عذاب دیئے جارہے ہیں لیکن کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ،ان میں سے ایک پیشاب سے احتیاط نہیں برتتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔''[متفق علیہ]

23۔خیانت : فرمان الٰہی:''اللہ تعالی خیانت کرنے والوں کا فریب چلنے نہیں دیتا''[یوسف:68]

فرمان نبوی ﷺ:''وہ مومن نہیں جس کے پاس امانت داری نہ ہو اور نہ ہی اس شخص کا کوئی دین ہے جس کو عہد واقرار کا پاس وخیال نہیں۔[بزار،طبرانی]

24۔دنیا کیلئے علم حاصل کرنا اور علم چھپانا : فرمان الٰہی:''جولوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں درآنحالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے کتاب میں بیان کرچکے ہیں یقین جانو کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں''۔[البقرہ:159]

فرمان نبوی ﷺ:''جو ایسا علم سیکھتا ہے جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اسے صرف اس لئے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک بھی نہیں پائیگا۔[ابوداؤد] (جاری)

MAY.indd 5 5/13/12 10:15 AM

ڈاکٹر نوشاد علی

نوجوان نسل کا بگاڑ- ذمے دار کون؟

جدید تعلیم کی خرابی یہ ہے کہ اسے حاصل کرکے انسان جس قدر ترقی کرتا چلا جاتا ہے، خودغرض، مکار، بزدل اور اپنوں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک مقام وہ بھی آتا ہے جب اس کی دنیا صرف اپنے بچوں تک محدود ہوکر رہ جاتی ہے۔ سماجی، خونی اور دوسرے تمام انسانی رشتے اس کے لیے بے معنی ہوکر رہ جاتے ہیں۔ ان عیوب سے صرف وہی لوگ پاک ہوتے ہیں، جنھیں دین کا کچھ شعور ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے سامنے بس ایک ہی مقصد ہوتا ہے وہ یہ کہ زیادہ سے زیادہ دولت کمالی جائے اور معاشرے میں کروفر کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔ اسی کو عقل مندی شمار کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ اگر دولت کمالینا ہی عقلمندی کی دلیل ہے تو رشوت خور، گھوٹالے باز، اسمگلر، چور، ڈاکو اور انسانیت کے دوسرے تمام دشمن بھی اس طرح کی عقلمندی کے مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق تو ہر وہ شخص ناکام و نامراد ہے، جو آخرت کے امتحان میں ناکام ہوجائے۔ خواہ دنیا کی زندگی میں اس نے کتنا ہی عروج حاصل کیا ہو۔ لیکن صرف دنیا کی زندگی کے اعتبار سے بھی اگر غور کیا جائے تو کسی انسان کا ضمیر اگر اس قدر مردہ ہوچکا ہو کہ اپنے ذاتی فائدے کے علاوہ اسے کچھ نظر ہی نہ آتا ہو تو ایسے شخص کو چالاک، مکار، اور خودغرض تو کہا جاسکتا ہے، عقلمند افراد میں اس کا شمار کرنا تو انسانیت کے ساتھ دشمنی ہوگی۔ ایسے ترقی یافتہ افراد سے تو دیہات کے وہ سیدھے سادے لوگ بہتر ہیں، جن میں غربت اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے دوسری کئی برائیاں تو ہوسکتی ہیں، لیکن وہ انسان اور جانور میں فرق کرنا جانتے ہیں۔ نوجوان نسل کے کارناموں کو دیکھ کر تو کئی بار دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اے رب رحیم و کریم میری اولاد کو ایسی ترقی سے محفوظ رکھ، جہاں پہنچ کر وہ اپنوں کو پہچاننے سے بھی انکار کردے۔

ایک صاحب نے شہر کی ایک بہترین کالونی میں ایک کوٹھی خریدی۔ کوٹھی کا معائنہ کرتے ہوئے، جب وہ اس کی خوبیوں کا بکھان کررہے تھے تو ایک اہم خوبی انھوں نے یہ بھی بتائی کہ 'بڑا ہی پرسکون ماحول ہے۔ یہاں شفٹ ہوئے ہم لوگوں کو چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن ابھی تک نہ تو ہم نے ہی کسی سے ملنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہم سے ہی کوئی ملنے آیا ہے۔ پرانے پڑوس کی طرح نہیں ہے کہ جب دیکھا منھ اٹھائے چلے آرہے ہیں۔ دراصل تعلیم اور جہالت کا یہی فرق ہوتا ہے۔ یہاں پر سب ہی لوگ پڑھے لکھے اور مہذب ہیں۔ اُنھیں نہ اپنی زندگی میں کسی کا دخل پسند ہے اور نہ خود کسی کی زندگی میں دخل انداز ہوتے ہیں۔' غور کیجیے لوگوں کی سوچ میں کس قدر تبدیلی آچکی ہے۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ بہت ہی ملنسار ہونا خوش اخلاقی کی علامت تھی، لیکن جدید دور میں جب لوگ ایک دوسرے سے ملنا جلنا بند کردیں تو یہ ان کے مہذب ہونے کی علامت تصور کیا جانے لگا۔

انسان کس قدر گھٹیا، نیچ اور پتھر دل ہوسکتا ہے، اس سے متعلق اپنے ساتھ گزرا ہوا ایک واقعہ میرے ایک محترم دوست نے اس طرح بیان کیا: شہر کے ایک مشہور ڈاکٹر کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ ڈاکٹر صاحب سے تو ملاقات نہیں ہوسکی۔ برآمدے میں بیٹھا ہوا ایک شخص رامائن پڑھ رہا تھا۔ عمر تقریباً ۷۰ سال تھی، بکھرے اور بے ترتیب بال، بڑھی ہوئی داڑھی، میلا کچیلا لباس، پھٹی ہوئی دھوتی، معلوم ہوا کہ وہ محترم ڈاکٹر صاحب کے والد ہیں۔ کوٹھی کے باہر ایک پیڑ تھا۔ ہم لوگ وہیں کھڑے ہوکر بات کرنے لگے۔ ضعیف آدمی نے اپنی داستان غم کچھ اس طرح بیان کی: ہم لوگ مظفرنگر کے ایک دیہات کے رہنے والے ہیں۔ ڈاکٹر میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ گاؤں میں تھوڑی بہت زمین تھی۔ زندگی مشکل ضرور تھی لیکن پھر بھی عزت وسکون کے ساتھ گزر رہی تھی۔ زمین بیچ کر اسے ڈاکٹر بنایا، زمین بیچ کر ہی اس کا کلینک اور نرسنگ ہوم بنوایا گیا۔ گھر، جانور اور جو بھی تھوڑی بہت زمین باقی بچی تھی اسے بیچ کر یہ کوٹھی بنوائی گئی۔ سب کچھ بک چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں خوش تھا۔ میں بھی اپنے کو بڑا آدمی شمار کررہا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ بڑا آدمی ہونے کا احساس ہی کچھ عجیب ہوتا ہے۔ بہت دنوں تک کھیتی کی، سوچتا تھا اب کچھ عیش کی زندگی گزاری جائے۔ لیکن شہر آکر جلد ہی معلوم ہوگیا کہ عیش کے دن تو وہی تھے، جو میں دیہات میں گزار کر آیا ہوں۔ جب تک بیوی باحیات تھی، غنیمت تھا۔ لیکن اس کے بعد سے تو حال یہ ہے کہ نوکرانی بھی کھانا اس طرح پٹک کر جاتی ہے، جیسے وہی میری اَن داتا ہے۔ بیٹا اور بہو، مجھ سے کبھی بات نہیں کرتے۔ پوتے کے ساتھ کھیل کر دل بہلانا چاہتا ہوں، لیکن کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے اسے بھی بلالیا جاتا ہے۔ بوڑھا رو رہا تھا، لیکن آخر میں اس نے جو کچھ کہا وہ بھی ترقی یافتہ معاشرے پر ایک بہترین تبصرہ ہے۔ بیٹا یہ جو شاندار بنگلے اور کوٹھیاں تم دیکھ رہے ہو، ان میں انسان نہیں زندہ لاشیں بسا کرتی ہیں۔ یہ وہ تعلیم یافتہ، مہذب اور بڑے لوگ ہیں جہاں والدین سے زیادہ کتوں کی قدر کی جاتی ہے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہم لوگ دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں، جو انسانی معاشرے کے ٹوٹنے اور بکھرنے کی دلیل ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ معاشرے میں جو بگاڑ آرہا ہے اس کا اصل ذمے دار کون ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک اہم سبب ہمارا نظام تعلیم ہے۔ غور کیجیے ہمارے تعلیمی اداروں میں جو تعلیم دی جارہی ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟ ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر بناتے وقت ہم انھیں یہی تو تعلیم دیتے ہیں کہ دولت کمانے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ گھر سے لے کر کالج تک ہر کوئی بڑا آدمی بننے کی تعلیم دے رہا ہوتا ہے۔ انسان بنانے کی فکر کسی کو نہیں ہوتی۔ بڑا آدمی بننے کا یہی جنون انسان کو جائز و ناجائز دولت کمانے پر مجبور کرتا ہے۔ انسان جب زندگی کے پچیس تیس سال یہی سیکھنے اور سمجھنے میں گزار دیتا ہے تو بڑا آدمی بننے کا یہ جنون اس پر اس قدر سوار ہوچکا ہوتا ہے کہ یہی اس کا مقصدِ حیات بن جاتا ہے۔ ہر وہ رشتہ اور تعلق جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے، اس سے وہ دامن بچانا چاہتا ہے۔ دوست احباب اور عزیز و اقارب کے ساتھ وقت گزارنا اسے وقت کی بربادی دکھائی دیتا ہے۔ اپنے مقصدِ حیات کے سامنے یہ تمام رشتے اسے بونے نظر آنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنوں سے اس قدر کٹ چکا ہوتا ہے کہ والدین بھی اسے ایک بوجھ نظر آنے لگتے ہیں اور ان کے لیے بھی وقت نکالنا اس کے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔ معاشرہ بھی عموماً اُن ہی لوگوں کو عزت دیتا ہے، جن کے پاس دولت ہوتی ہے۔ اخلاق و کردار اور حرام وحلال ہمارے لیے بے معنی ہوچکے ہیں۔ اگر ہمارا معیار یہی ہے تو ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ ہماری نئی نسل ترقی کی تمام بلندیوں کو چھونے میں لگی ہوئی ہے۔

MAY.indd 6 5/13/12 10:15 AM

اور اگر انسانی معاشرے کے لیے اخلاق و کردار کی بھی کوئی اہمیت ہے تو ہمیں اپنے طریقہ تعلیم اور اس کا مقصد، دونوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

نئی نسل کے بگاڑ کا دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ ہم لوگ، اپنے چھوٹوں کے سامنے اپنے کردار کا کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کر رہے ہیں۔ جب ہم ناجائز اور حرام طریقوں سے دولت حاصل کر کے گھر میں لاتے ہیں تو غیر شعوری طور پر ہم لوگ اپنی اولاد کی یہ تربیت کر رہے ہوتے ہیں کہ ہر وہ کام کرو جس میں تمھیں اپنا فائدہ نظر آتا ہے۔ ہر اس کام سے دور رہو جس میں کسی بھی قسم کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ اب اگر ہر کام کرتے وقت صرف ذاتی نفع و نقصان کو ہی اہمیت دی جانے لگے تو اس اعتبار سے تو بوڑھے والدین کی ذمے داری قبول کرنا فائدے کا سودا تو نہیں ہوسکتا۔ ہمارا خود کا کردار اگر یہی ہے کہ معاشرے کے حقوق کی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے تو آنے والی نسل سے یہ امید کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کی پروا کرے گی۔ خواہ وہ اس کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

کسی بھی نسل کا کوئی بگاڑ اس میں اچانک پیدا نہیں ہوا کرتا۔ برائی ہو یا بھلائی، دونوں ایک نسل سے دوسری نسل کو وراثت میں ملا کرتی ہیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آنے والی نسل ہم سے دو چار قدم آگے نکل جائے، لیکن یہ بات طے ہے کہ جس خرابی کے برے نتائج آج ہم بھگت رہے ہوتے ہیں، اس کی ابتدا پہلے ہی کبھی ہو چکی ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت جب برائی کی ابتدا تھی تو اس کے برے نتائج کا یا تو ہمیں پوری طرح احساس و شعور ہی نہیں تھا یا پھر ہم نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی تھی اور اگر اصلاح کی کوئی کوشش ہوئی بھی تھی تو وہ اس قدر کمزور تھی کہ اس برائی پر قابو پانے میں ناکام ہوگئی۔ اس بگاڑ سے جڑا ایک اہم ترین سوال یہ بھی ہے کہ والدین کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ یہ حق اسی مالک کائنات نے دیا ہے جو ہم سب کا رب ہے۔ قرآن کریم اس بات پر گواہ ہے کہ ہر بچہ نیک فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے یہ ہم انسان ہی ہوتے ہیں جو اسے اللہ کا کافر اور نافرمان بھی بناتے ہیں اور مومن، مسلم اور مطیع فرمان بھی۔ کسی بچے کی پرورش اگر جانوروں کی طرح کی جائے گی تو جانوروں کی صفات ہی اس میں پیدا ہوں گی جو شہوت اور پیٹ سے آگے سوچ ہی نہیں پاتے۔ اولاد کی تربیت اگر اس طرح کی جائے کہ وہ اللہ کا شکر کرنے والی بن جائے تو ایسی اولاد سے ضرور توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ تمام انسانوں کے حقوق کی قدر کرنے والی ہوگی۔ اگر ہم خود ہی اپنے مالک و آقا کے شکر گزار نہیں ہیں تو پھر اس بات کی ضمانت بھی کوئی نہیں دے سکتا کہ ہماری اپنی اولاد بھی ہمارے حقوق کا احترام کرنے والی ہوگی۔

نقش راہ

محمد پر ہی قرآن کیوں نازل ہوا؟

محمد آصف ریاض
asif343@gmail.com

محمد پر ہی قرآن کیوں نازل ہوا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا کوئی جواز نہیں! کیونکہ اگر یہ قرآن کسی اور پر نازل ہوتا تب بھی یہ سوال اپنی جگہ پر باقی رہ جاتا۔ قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس طرح کے سوالات نبی، رسول اور کتاب الٰہی کے سلسلے میں اٹھتے رہے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اس قسم کے سوالات اٹھائے ہیں انھوں نے سرکشی کو بنیاد بنا کر ایسا کیا ہے۔ اس طرح کے سوالات کے لیے کسی کے پاس کوئی حقیقی جواز نہیں تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی حقیقی جواز ہوتا تو ضرور وہ دلیل لاتا اور اللہ کی کتاب کی جگہ اس سے بہتر کوئی کتاب پیش کر کے دنیا کو بتا دیتا کہ لو ہم نے تم کو اللہ سے بہتر کتاب دے دی! اب تمھیں کسی کتاب الٰہی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پوری انسانی تاریخ میں کوئی ایسا نہیں کر سکا۔ یہاں تک کہ کتاب الٰہی نے انھیں للکارا اور اعلان کیا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں ہے، اسے محمد نے اپنی طرف سے تصنیف کر لیا ہے تو تم اپنی طرف سے اس سے بہتر یا اسی کی طرح کوئی کتاب لے آؤ، اور سنو، اگر تم تنہا یہ کام نہیں کر سکتے تو پوری دنیا کی مدد حاصل کر لو۔ پچھلے پندرہ سو سالوں سے یہ الٰہی چیلنج قرآن میں کئی مقام پر موجود ہے لیکن کوئی قرآن کے اس چیلنج کو قبول کرنے والا نہیں۔ قرآن کہتا ہے: ''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود سے تصنیف کر لیا ہے۔ کہو، اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورت اس جیسی تصنیف کر لاؤ اور ایک اللہ کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلا لو''۔ (سورہ یونس 38)

الٰہی چیلنج قرآن میں آج بھی محفوظ ہے، جو لوگ کتاب الٰہی پر ہنگامہ اٹھاتے ہیں انھیں آگے بڑھ کر اللہ کے اس چیلنج کو قبول کرنا چاہئے۔ اور جو لوگ کتاب الٰہی کے بارے میں شک میں پڑے ہیں انھیں پورے معاملہ کا سنجیدگی کے ساتھ تجزیہ کرنا چاہئے۔ انھیں کائنات کی بناوٹ اور خود اپنی تخلیق میں غور و فکر کرنا چاہئے۔ انھیں آفاق و انفس میں غور کر کے یہ بتانا چاہئے کہ اللہ نے آفاق و انفس میں کہاں غلطی کی ہے؟ مثلاً اللہ نے زمین کو بچھایا۔ اب اگر آپ کو لگتا ہے کہ اللہ زمین کو بچھانے میں غلطی کر گیا تو آپ کو چاہئے کہ آپ اس سے بہتر زمین بچھا کر دکھا دیں۔ اسی طرح اللہ نے آسمان کو اٹھایا اب اگر آپ کو آسمان کی بناوٹ میں کوئی کمی معلوم پڑتی ہے تو آپ اس کی جگہ اس سے بہتر آسمان کو اٹھا کر رکھ دیں، تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ واقعی اللہ غلطی پر تھا۔ اسی طرح اللہ نے زمین کو پھاڑ کر دریا بہا دیا، اب اگر آپ کو لگتا ہے کہ اس الٰہی دریا سے بہتر کوئی دریا بہایا جاسکتا ہے تو آپ اس سے بہتر دریا بہا کر دکھا دیں، تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ اللہ بھی غلطی کرتا ہے، اسی طرح اللہ نے مکھی کو بنا کر اڑا دیا۔ اب اگر آپ کو اس کی تخلیق میں کوئی کمی نظر آتی ہے تو اس سے بہتر مکھی بنا کر اڑا دیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ اللہ غلطی کر سکتا ہے، اور جب وہ ایک مرتبہ غلطی کر سکتا ہے تو دوسری مرتبہ کیوں نہیں؟

پوری انسانی تاریخ میں کوئی شخص ایسا نہیں اٹھا جو اللہ کی تخلیق میں کوئی کمی نکال کر دکھا سکے اور جب کوئی ایسا نہیں کر سکا تو خود بخود یہ ثابت ہو گیا کہ انسان جھوٹا ہے وہ اللہ کے بارے میں جو کچھ بولتا ہے اس کے لیے اس کے پاس کوئی حقیقی دلیل نہیں۔

اللہ نے الو کی تخلیق کی اور انسان کو بنایا۔ انسان دن کی روشنی میں زمین پر چلتا پھرتا ہے اور الو رات میں بھاگ دوڑ کرتا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ نے الو کی آنکھیں ایسی جگہ رکھی ہیں جہاں سے وہ صرف رات میں ہی دیکھ سکتا ہے۔ الو جب دن کی روشنی میں اپنی آنکھیں کھولتا ہے تو سورج کی شعائیں ڈائرکٹ اس کی آنکھوں پر پڑتی ہیں، سو وہ کچھ بھی نہیں دیکھ پاتا۔ اب انسان کو لیجئے کہ اللہ نے انسان کی آنکھیں اس طرح بنائیں کہ انسان جب دن میں اپنی آنکھیں کھولے تو اس پر سورج کی روشنی ڈائریکٹ نہ پڑے۔ اللہ نے ایسا کیوں کیا؟ اس لیے کہ اللہ جانتا ہے کہ انسان کو انسان بنانا ہے، اور الو کو الو! تو جو اللہ، الو کو الو بنانے اور انسان کو انسان بنانے میں غلطی نہیں کر رہا ہے حالانکہ وہ انھیں ماں کے پیٹ کے اندر چند مہینوں میں ہی بنا دیتا ہے تو کیا وہ اللہ اپنی کتاب کو اتارنے میں غلطی کر جائے گا، حالانکہ اس نے اپنی اس کتاب (قرآن) کو پورے 23 سالوں میں اتارا؟ مالکم کیف تحکمون؟ یہ تم کیسا حکم لگاتے ہو؟

اس مختصر جائزہ سے معلوم ہوا کہ: ''محمد ہی اس کا استحقاق رکھتے تھے کہ ان پر خدائی کتاب کا فائنل ایڈیشن نازل ہو''

MAY.indd 7 5/13/12 10:15 AM

احمد علی اختر (انڈیا)

دورِ جدید کے چیلنج اور ہماری ذمّے داریاں

ہر وہ نظام جو وقت کے نظام کو بدل کر کوئی نظام قائم کرنا چاہتا ہے، اسے بے شمار چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نئے نظام کی پکار پر جمے جمائے نظام کے ہم نواؤں اور علم برداروں کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ اس نئی آواز کو دبانے کے لیے کمربستہ ہوجاتے ہیں۔

اسلام کیا ہے؟

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ یہ ہر شعبۂ زندگی میں ایک انقلاب چاہتا ہے اور زندگی کی جزئیات تک کو بندگیِ رب کے تقاضوں کے مطابق بدل ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ پکار اور دعوت ایسی ہمہ گیر ہے کہ اس سے وقت کے نظام سے وابستہ بے شمار لوگوں کے مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔ مگر سب سے زیادہ ضرب ان لوگوں کے مفادات پر پڑتی ہے، جو اس نظام کے سرپرست اور کارساز ہوتے ہیں اور اس نظام میں اپنی خدائی اور اقتدار کا سکہ چلاتے ہیں۔

اس لحاظ سے دیکھیں تو اسلام کو ہمیشہ چیلنجوں کا سامنا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت حق کے مقابلے میں نمرود کھڑا ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون سدراہ بنا۔ حضرت محمد ﷺ کے مقابلے کے لیے قبیلہ قریش کے سرداران، روؤسائے مکہ اور خانہ کعبہ کے منصب داروں اور متولیوں کی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب آں حضرت ﷺ ہجرت کرکے مکہ سے مدینہ پہنچے تو منافقین اور یہود ایک چیلنج بن کر سامنے آئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو روم و ایران کی عظیم الشان سلطنتوں اور اپنے وقت کی دو بڑی طاقتوں کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا، یہ بھی ایک چیلنج ہی تھا، جس کا مقابلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آہنی عزم کے ساتھ کیا۔

ایک اہم چیلنج

پوری تاریخ اسلام میں بے شمار فتنے اور چیلنج سامنے آتے رہے، جن کا مقابلہ مسلمان اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی طاقت اور صلاحیت کے مطابق کرتے رہے۔ ان میں



بعض چیلنج ابھی تک چیلنج بنے ہوئے ہیں اور ایک عرصے سے ہماری سعی و جہد اور تعمیری صلاحیتوں کو للکار رہے ہیں۔ مگر صورت حال ابتر سے ابتر ہوتی جارہی ہے۔ ان میں سے ایک بڑا چیلنج ہمارا افتراق و انتشار ہے۔ ہماری اجتماعیت کا ٹوٹ جانا اور بکھر جانا ہے۔ بڑی قربانیوں اور جدوجہد کے بعد جس مثالی اجتماعیت کی داغ بیل رسول اکرم ﷺ نے ڈالی تھی اور جسے خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے پروان چڑھایا تھا وہ خاندانی خلافت میں تبدیل ہوکر یک گونہ کم زور بنی۔ پھر بھی ساری دنیا کے مسلمان اس خاندانی خلافت پر راضی و مطمئن رہ کر مجتمع تھے۔ لیکن یہ اجتماعیت بھی نظام کفر کے علم برداروں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چناں چہ ریشہ دوانیاں اور سازشیں شروع ہوئیں اور خلافت عثمانیہ پارہ پارہ ہوگئی۔ اس خلافت کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے اپنے ملک میں بھی خلافت تحریک بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے شروع ہوئی، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ خلافت کیا قائم ہوتی، انتشار کی لے اور بڑھتی ہی گئی، ٹوٹنے اور بکھرنے کا سلسلہ دراز ہوتا گیا، مسلکوں کی تفریق اور شدت پسندی، برادرانہ عصبیت اور جماعتوں کی باہمی کشاکش نے ہمیں ٹکڑوں میں بانٹ کر رکھ دیا اور جب اجتماعیت نہ رہی تو تربیت کا نظام بھی بکھر گیا اور مسلمان ہر طرح کی تربیت و رہ نمائی سے بے نیاز ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں دشمن طاقتیں بڑی آسانی سے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنے لگیں اور ایک دوسرے سے لڑانے لگیں۔ میرے نزدیک کل بھی وقت کا بڑا چیلنج یہی تھا اور آج بھی سب سے بڑا چیلنج یہی ہے۔ اس چیلنج کا مقابلہ ہم اسی صورت میں کرسکتے ہیں کہ اپنے اختلافات کو دور کرکے یا جزوی و فروعی اختلافات کو باقی رکھتے ہوئے ایک نقطہ اتحاد پر جمع ہوں۔ اگر اس کم زوری پر ہم قابو نہ پاسکے تو پھر وقت کے کسی چیلنج اور کسی طاقت کا ہم مقابلہ نہ کرسکیں گے۔

موجودہ صورتِ حال میں ہماری ذمّے داری

موجودہ صورت میں حالات کا گہرا تجزیہ کرکے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے عالمی انتشار اور طوائف الملوکی کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم کیا حکمت عملی اختیار کریں۔ جہاں تک تذکیر و نصیحت اور سمجھانے بجھانے کا سوال ہے، ہم اس پہلو سے تو ساری دنیا کے مسلمانوں کی، عامۃ المسلمین کی، علما اور دانشوروں کی، امراء اور بادشاہوں کی، انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر جو موقع میسر ہو تذکیر کریں اور برابر کرتے رہیں لیکن مشاہدہ بتاتا ہے اور تاریخ کی شہادت تصدیق کرتی ہے کہ بالعموم زوال آمادہ قوموں میں اس طرح کی تذکیر و نصیحت نتیجہ خیز نہیں ہوتی ہے۔ خطبہ جمعہ کے ذریعے اور دیگر مواقع پر امت کے علماء اور صلحاء تذکیر اور یاد دہانی کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں اور لوگ اپنی روش پر قائم رہتے ہیں۔ اس لیے عمومی تذکیر کے ساتھ دنیا بھر کی تحریکات اسلامی کو اپنے اپنے دائرے میں مضبوط اسلامی اجتماعیت کو پروان چڑھانے کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور ایسی عملی نظیر قائم کرنی چاہیے، جسے دیکھ کر خواب غفلت میں مدہوش ملت اسلامی کے افراد کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ اس اجتماعیت کو قوت پہنچانے کے لیے آگے آئیں اور اپنا دست تعاون دراز کریں۔ اِن شاء اللہ تحریکات اسلامی کے

MAY.indd 8 5/13/12 10:15 AM

دائروں میں پروان چڑھتی ہوئی یہ اجتماعیت ایک دن مسلمانان عالم کی شیرازہ بندی بھی کر سکے گی اور اپنے اپنے علاقوں میں وقت کے چیلنجوں کا مقابلہ بھی۔

ایک اور چیلنج عرصہ دراز سے مسلمانوں کے لیے دردسر ہے، وہ ان کا معاشرتی بگاڑ ہے۔ شادی بیاہ کے طور طریقوں میں غیر شرعی اور مسرفانہ رسموں اور رواجوں کی پیروی، فضول خرچیوں اور نمائشی کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا، رشتوں کے لیے برادریوں کی حد بندیاں قائم کرنا اور مطالبات کی فہرست پیش کرنا، بے پردگی اور بے حجابی کی طرف بڑھتے قدم کے ساتھ محرم کے قرآنی تصورات و تعلیمات سے یکسر انحراف کرتے ہوئے مردوں کا ہر عورت رشتے دار سے اور عورتوں کا ہر مرد رشتے دار سے بے تکلفانہ اختلاط اور میل جول اور نہ جانے کتنی خرابیاں ہیں جو مسلم معاشرے میں اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ ان سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ خاص طور سے برصغیر ہندو پاک کے مسلم معاشرے کی جو حالت ہم دیکھ رہے ہیں، وہ حد درجہ افسوس ناک ہے۔ اصلاح رسوم کی کتنی ہی تحریکیں اٹھیں مگر کامیابی سے ہم کنار نہ ہوسکیں۔ مسلم معاشرے کا یہ بگاڑ آج بھی ایک زندہ و توانا چیلنج ہے، جو ہماری تعمیری صلاحیتوں اور کوششوں کو للکار رہا ہے۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی غور و فکر، تبادلۂ خیال اور مشاورتی افہام و تفہیم کے بعد تعمیری اور تحریکی ذہن رکھنے والے لوگوں کو ایک حکمت عملی طے کر کے اقدام کرنا چاہیے اور اس وقت تک پیش قدمی جاری رکھنی چاہیے جب تک کہ کامیابی قدم نہ چوم لے۔ اس سلسلے میں نوجوان نسل لڑکا اور لڑکی دونوں کی ذہن سازی اور فکری تطہیر کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے لیے جابجا نوجوان لڑکوں کے علیحدہ علیحدہ چھوٹے چھوٹے تربیتی اجتماعات اور ٹریننگ کیمپ بڑے پیمانے پر اور تسلسل کے ساتھ منعقد کر کے ان کی ذہن سازی کرنا مناسب ہوگا۔ ان تربیتی اجتماعات میں محض نصیحت نہ کی جائے، بلکہ اظہار خیال کا موقع دے کر پروگرام میں عملاً انھیں Involve کیا جائے تاکہ ان کی دلچسپی نہ صرف یہ کہ برقرار رہے، بل کہ بڑھتی جائے۔

آج کے نئے چیلنج

اب میں وقت کے ان نئے چیلنجوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اسلام اور تحریک اسلامی ہی کو نہیں مسلمانوں میں بچے کھچے دینی آثار اور ان کے تہذیبی تشخص کو بھی یکسر مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا چیلنج امریکی استعمار کا نیو ورلڈ آرڈر ہے جو بڑی تیزی سے ساری دنیا میں نافذ ہو رہا ہے۔ جب تک سوویت روس کی قیادت میں اشتراکی بلاک ایک زندہ و توانا طاقت کی حیثیت سے دنیا میں موجود تھا، امریکی استعمار کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ تھا۔ دونوں کے درمیان نظریاتی جنگ اور سائنسی و حربی میدان میں مقابلہ آرائی اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش Cold War کے نام سے مشہور تھی۔ یہ دراصل نظام باطل کے دو علم برداروں اور وقت کی دو فرعونی طاقتوں کی باہمی آویزش تھی جو بالآخر سوویت روس کی شکست و ریخت پر منتج ہوئی۔ ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے سوویت روس کے زوال کے بعد اب امریکی استعمار کی راہ میں، بہ الفاظ دیگر اس سرمایہ دارانہ استعماریت کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں رہی جس کی سرپرستی امریکہ کرتا ہے۔ چناں چہ دنیا کے سارے اصول و نظریات اور ساری تہذیبیں آہستہ آہستہ امریکی استعمار کے مقابلے میں مغلوب ہوتی جارہی ہیں۔ دنیا کے تمام لوگ خواہی نہ خواہی حالات کے دباؤ کے تحت امریکہ کی ذہنی، فکری، تہذیبی، اقتصادی اور سیاسی غلامی قبول کرتے جارہے ہیں۔ سوائے ایک طاقت کے جس کا نام اسلام ہے۔ یہ وہ طاقت ہے، جس سے امریکہ پر ایک خوف طاری ہے۔ یہ خوف ساری دنیا میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی کثیر جمعیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اسلام کے طاقتور اور بے لچک اصولوں کی وجہ سے ہے۔ اس کی کاملیت اور ہمہ گیری کی وجہ سے ہے۔ امریکی استعمار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسلام رسموں اور رواجوں کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک دین، ایک نظام زندگی اور ایک طرز حیات ہے جو ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے۔ اس کی اپنی ایک تہذیب اور نظام معاشرت ہے، اپنا روحانی اور اخلاقی نظام ہے، اپنا ایک نظام سیاست اور نظام اقتصادیات ہے، اپنا عدالتی اور قانونی نظام ہے، غرض سب کچھ اپنا ہے اور کچھ بھی باہر سے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ کہیں پر بھی اور کسی مرحلے میں نظام باطل سے لین دین، مفاہمت اور مداہنت کا کوئی مزاج نہیں رکھتا ہے۔ وہ **لکم دینکم ولی دین** کا قائل ہے۔ وہ جذب و انجذاب کی کیفیت سے عاری ہے۔ اس لیے اس کے باوجود کہ سیاسی لحاظ سے مسلمان طوائف الملوکی کا شکار ہیں اور ان کے امراء اور بادشاہوں کو امریکی استعمار اپنا ذہنی غلام بنا کر اپنے مفادات کے لیے بخوبی استعمال کر رہا ہے، ان ملکوں کے مسلمانوں کا ایک اچھا خاصا طبقہ اپنی تہذیب سے چمٹے رہنے پر مصر ہے اور اپنے دینی تشخص کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ حتی کہ ان کی عورتیں حجاب چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہی چیز امریکی سرمایہ دارانہ استعمار کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے اور اسی سے اس کی رات کی نیند اور دن کا چین حرام ہے۔ اگرچہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے مقابلے میں مسلمانوں کا یہ دین دار طبقہ بہت چھوٹا اور کمزور ہے، مگر اس چھوٹے گروہ سے بھی امریکی استعمار کو بڑا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے دین دار مسلمانوں کو بطور خاص شدت پسند مسلمان یا دہشت گرد کہہ کر بدنام کیا جارہا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے دنیا کے ملکوں میں خاص طور سے مسلمان ملکوں میں دہشت گردی کے واقعات ایک منصوبے اور سازش کے تحت رچے جارہے ہیں اور ایک تیر سے دو شکار کیا جارہا ہے۔ ایک طرف تو سادہ لوح دیندار مسلمانوں، معصوم اور بے گناہ نوجوانوں کو اس میں پھنسایا جارہا ہے اور دوسری طرف مسلمان ملکوں میں دہشت گردی کے واقعات کروا کر مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے اور ساری دنیا میں دہشت گرد کہہ کر انھیں بدنام کیا جارہا ہے۔ امریکی استعمار کی جانب سے پیدا کردہ دہشت گردی کا یہ فتنہ بھی ایک چیلنج ہے، جس کے مقابلے کے لیے بڑی حکمت اور دانائی کی ضرورت

علاج بس ایک ہی ہے۔ ہم ہوش کے ناخن لیں، اپنی غفلتوں کا پردہ چاک کریں، اپنی بکھری ہوئی صلاحیتوں کو یکجا کریں، تعمیری فکر اور دینی مزاج کے افراد کو جمع کر کے اسلامی اجتماعیت کے رشتے میں مضبوطی سے باندھیں اور پوری قوت کے ساتھ دعوت دین کے کام میں لگ جائیں۔

MAY.indd 9 5/13/12 10:15 AM

ہے۔

ایک طرف امریکہ کا سرمایہ دارانہ استعمار اور اس کی تہذیب اپنی عسکری صلاحیتوں، اپنے علمی و فنی ہتھیاروں، اپنے تعلیمی نظام، اپنے لٹریچر اور اپنی میڈیا کی طاقت کے ساتھ اسلامی تہذیب پر یلغار کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے امریکی دانشوروں نے تہذیبوں کی جنگ War of Civilizations اور Clash of civilizations کا نام دیا ہے اور ہم ہیں کہ دم بخود بڑی بے بسی کے ساتھ حالات کا تماشا دیکھ رہے ہیں، مگر یہ اسلام کی اپنی تسخیری طاقت اور پرکشش خوبیاں ہیں کہ اسلام کو بدنام کرنے کی کوششیں جس قدر ہو رہی ہیں، لوگوں کے اندر اور خود امریکہ و یورپ کے گہوارے میں پرورش پانے والے لوگوں کے اندر اسلام کو جاننے اور سمجھنے کی تڑپ بڑھتی جارہی ہے اور اسلام اور اسلامی تہذیب کا مطالعہ انھیں اسلام کا گرویدہ کرتا جارہا ہے۔ اس لیے سرمایہ دارانہ استعمار کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں ہماری سب سے بڑی ذمے داری یہ ہے کہ ساری دنیا میں ہم اسلامی دعوت کی کوششیں تیز تر کردیں۔ لٹریچر، تقریریں اور جو ذرائع و وسائل بھی میسر ہوں ان کے ذریعے اسلام کے نظام عدل وقسط کا بڑے پیمانے پر تعارف کرائیں۔

موجودہ اقتصادی نظام کی خامیاں

سرمایہ دارانہ استعمار نے جو اقتصادی نظام برپا کیا ہے اس سے امیر امیر تر ہو رہے ہیں اور غریب غریب تر ہوتے جارہے ہیں۔ دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں ہو رہا ہے اور دنیا کی بیشتر آبادی مرض، جہالت اور فاقہ کشی کا شکار ہو رہی ہے۔ سودی قرضوں کے جال نے غریب ملکوں کے کسانوں کا جینا دوبھر کردیا ہے اور خودکشی کے واقعات ہو رہے ہیں۔ تیسری دنیا کے غریب ملکوں کو سود در سود کی لعنت سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی ہے۔ ایسے میں اگر اسلام کے نام لیوا اور تحریک اسلامی کی علمبردار طاقتیں بلاسودی قرض اور شرکت ومضاربت کی بنیاد پر تجارت کا نظام کھڑا کریں تو توقع ہے کہ لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی اور سودی اور سٹہ بازی کے نظام کا سحر ٹوٹ جائے گا۔ اس طرح یہ قدم بھی سرمایہ دارانہ استعمار کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک کامیاب عملی قدم ہوگا۔

میڈیا کی اہمیت:

آج دنیا اور اس میں ہونے والے واقعات کے سلسلے میں ہم وہی جانتے ہیں اور جاننے پر مجبور ہیں جو کارپوریٹ میڈیا فراہم کرتا ہے۔ کارپوریٹ میڈیا کا مقابلہ کرنے کے لیے آج بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم ممالک کے سربراہان اور مسلم اہل ثروت سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس کا کوئی بدل ڈھونڈنے کی کوشش کریں۔ اس کی بھی بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنی سطح سے بھی میڈیا میں گھس کر اس میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

سرمایہ دارانہ استعمار اپنے پروڈکٹس کو بیچنے کے لیے لوگوں کے اندر صارفیت (Consumerism)، تعیش پسندی، فضول خرچی اور دنیا پرستی کا مزاج پیدا کررہا ہے اور اس کے لیے جارحانہ اشتہار بازی سے کام لے رہا ہے۔ ایسی اشتہار بازی جو شرم وحیا سے بالکل عاری، اخلاق کو خراب کرنے والی اور لوگوں کو جنس زدگی اور تعیش پسندی کی طرف مائل کرنے والی ہے۔ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا سے لے کر تعلیم گاہوں تک ہر طرف ایسے ہی اشتہارات کا زور ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک ایسا کلچر پرورش پارہا ہے جس میں عورت و مرد کا امتیاز وحجاب ختم ہوتا جارہا ہے۔ مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کے نتیجے میں فری سیکس (Free Sex) کی طرف بڑھتے قدم نے ہمارے مضبوط خاندانی نظام کے لیے خطرہ پیدا کردیا ہے اور اس کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں کی طرح ہمارے خاندانی نظام کا بھی شیرازہ بکھر جائے۔ خاص طور سے ہماری نئی نسل اس تہذیب کے زہریلے اثرات سے بری طرح متاثر ہے۔ ان حالات میں ہمارے سامنے ایک بڑا چیلنج یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ان اثرات سے کیسے محفوظ رکھیں۔ کیوں کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عام مسلمان گھرانے ہی نہیں اچھے اچھے دیندار گھرانوں کے چشم وچراغ، علماء وفضلاء کے بیٹے بیٹیاں سب اس سے متاثر ہیں اور متاع دین ودانش کو مدرسوں اور تربیت گاہوں میں بھی محفوظ رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔

ہم دنیا والوں کو دین ودانش کا کیا سبق دیتے اور ان کے اخلاق کو کیا سنوارتے کہ ہماری جان کے خود ہی لالے پڑے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ''کھائیں کدھر کی چوٹ، بچائیں کدھر کی چوٹ۔''

علاج بس ایک ہی ہے۔ ہم ہوش کے ناخن لیں، اپنی غفلتوں کا پردہ چاک کریں، اپنی بکھری ہوئی صلاحیتوں کو یکجا کریں، تعمیری فکر اور دینی مزاج کے افراد کو جمع کرکے اسلامی اجتماعیت کے رشتے میں مضبوطی سے باندھیں اور پوری قوت کے ساتھ دعوت دین کے کام میں لگ جائیں۔

(باقی صفحہ 3 کا)

[۴] **شیطان اس گھر سے دور بھاگتا ہے،** چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ گھر میں نفل نماز کی ادائیگی سے خیر وبرکت کے حصول کا معنی یہ ہے کہ فرشتے حاضر رہتے ہیں، شیطان دور بھاگتا ہے اور گھر میں کشادگی ہوتی ہے جیسا کہ دیگر حدیثوں سے پتا چلتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی) [۵] **گھر میں نور:** نماز کو نبی ﷺ نے نور قرار دیا ہے (صحیح مسلم) جس کی وجہ سے انسان کو اس کی قبر میں بھی نور ملے، حشر کے میدان میں بھی نور ملے گا اور اس کا دل نور الٰہی سے منور رہے گا، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے گھر میں بکثرت نماز کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا گھر بھی اللہ تعالیٰ کے نور سے منور رہے گا۔ بدقسمتی سے آج یہ سنت ہمارے یہاں سے مفقود ہے، بہت سے لوگ تو یہ غلطی کرتے ہیں کہ فرض نمازیں بھی اپنے گھروں ہی میں ادا کرلیتے ہیں جب کہ یہ امر قطعاً جائز نہیں ہے بلکہ فرض نمازیں مسجدوں میں جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو اذان سنے اور نماز کے لیے مسجد میں نہ آئے تو اس کی نماز نہیں ہوئی الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔'' (سنن ابن ماجہ، ابن حبان)۔

اور بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کیلئے مسجد ہی بہتر اور افضل ہے خواہ فرض ہو یا نفل، اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو باجماعت نماز کا اہتمام کرتے ہیں وہ فرض نمازوں سے قبل وبعد کے سنن ونوافل بھی ادا کرتے ہیں لیکن کبھی گھر میں نماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی حالانکہ سنن و نوافل کا گھر میں ادا کرنا مسجد حرام اور مسجد نبوی میں ادا کرنے سے بھی افضل ہے، چنانچہ عبداللہ بن سعد نامی ایک صحابی نبی ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا اپنے گھر میں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ نہیں دیکھتے کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے، لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں گھر میں نماز پڑھنا مجھے زیادہ محبوب ہے الا یہ کہ فرض نماز ہو۔'' (سنن ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ)

لیکن یہ امر بھی واضح رہنا چاہئے کہ یہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ گھر میں نماز کے بہانے سنن ونوافل چھوڑ دیئے جائیں۔

فوائد:

- فرض نمازوں کے علاوہ دیگر تمام نمازیں اپنے گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔
- وہ نفل نمازیں جن کے لیے جماعت مشروع ہے جیسے تراویح، کسوف وغیرہ ان کا مسجد میں ادا کرنا بہتر ہے۔
- فرض نمازوں کے لیے [حسب استطاعت] جماعت اور مسجد متعین ہے۔ - گھروں اور اپنی رہائش گاہوں میں نماز نہ پڑھنا گویا اسے قبرستان بنانا ہے۔
- قبرستان نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔

MAY.indd 10 5/13/12 10:15 AM

نسخۂ سعادت

دوسری قسط

خوشگوار زندگی کے راہنما اصول

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت)

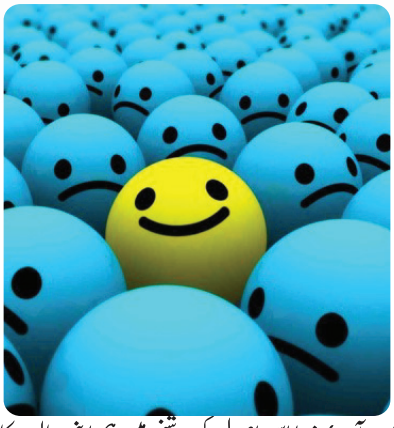
تیسرا اصول: تقوی

تقوی دنیا کے دکھوں، تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات پانے کیلئے اور خصوصا ان لوگوں کیلئے ایک نسخۂ کیمیا ہے جو بے روزگاری، غربت اور قرضوں کی وجہ سے انتہائی پریشان حال اور سرگرداں رہتے ہوں۔ تقوی سے مراد ہے اللہ تعالی سے ایسا خوف کھانا جو بندے کو اللہ تعالی کی نافرمانی اور حرام کام سے روک دے۔ اور جب کسی انسان کے دل میں اللہ تعالی کا ایسا ڈر اور خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ پرہیزگار بن جاتا ہے اور تمام حرام کاموں سے اجتناب کرنے لگ جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالی کا یہ وعدہ ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 2-3] ''اور جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے مشکلات سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔''

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: 4] ''اور جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔''

نیز فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ [الأعراف: 96] ''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔''

ان تمام آیات میں خوشحالی اور کامیاب زندگی کے حصول کیلئے ایک عظیم اصول متعین کر دیا گیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے اجتناب کرنا کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالی بندۂ مومن کیلئے ہر قسم کی پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، اس کے ہر ہر کام کو آسان کر دیتا ہے اور اوپر نیچے سے اس کیلئے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے۔



اب آیئے ذرا اس اصول کی روشنی میں ہم اپنی حالت کا جائزہ لے لیں..... ایک طرف تو ہم خوشحال اور کامیاب زندگی کی تمنا رکھتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالی کی نافرمانیاں بھی کرتے رہتے ہیں۔ مثلا نمازوں میں سستی اور غفلت، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، سودی لین دین، والدین اور قرابت داروں سے بدسلوکی، فلم بینی اور گانے سننا وغیرہ ... بھلا بتلایئے کیا ایسی حالت میں خوشحالی وسعادتمندی نصیب ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس طرح پریشانیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے؟

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نافرمانیوں کی موجودگی میں خوشحالی کا نصیب ہونا تو دور کی بات ہے موجودہ نعمتوں کے چھن جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ اِس کی واضح دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حواء علیہا السلام کا قصہ ہے۔ اللہ تعالی نے ان دونوں کو جنت کی ہر نعمت وآسائش سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی، محض ایک چیز سے منع کر دیا کہ تمھیں اس درخت کے قریب نہیں جانا ہے۔ لیکن شیطان کے ورغلانے پر جب انہوں نے اس درخت کو چکھا تو اللہ تعالی نے جنت کی ساری نعمتوں سے محروم کر کے انہیں زمین پر اتار دیا اور ان کی ایک غلطی جنت کی ساری نعمتوں سے محرومی کا سبب بن گئی۔ تو آج جبکہ ہم گناہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں اور پھر بھی خوشحالی کے متمنی ہوتے ہیں! یہ یقینی طور پر ہماری خام خیالی اور غلط فہمی ہے۔ اگر ہم واقعتاً ایک خوشحال زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے قطعی اجتناب کرنا ہوگا۔

اسی طرح ابلیس کا قصہ ہے۔ اللہ تعالی نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا لیکن اس نے تکبر کرتے ہوئے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالی نے اسے ہمیشہ کیلئے ملعون قرار دے دیا۔ یہ صرف ایک سجدہ چھوڑنے کی سزا تھی اور آج بہت سارے مسلمان کئی سجدے چھوڑ دیتے ہیں، پانچ وقت کی فرض نمازوں میں من مانی کرتے ہیں۔ تو کیا اس طرح ان کی زندگی کامرانیوں سے ہمکنار ہو سکے گی؟ ایں خیال است ومحال است

بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ آج بہت سارے لوگ کئی برائیوں کو برائیاں ہی تصور نہیں کرتے اور بلا خوف وتردد ان کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سنجیدگی سے اپنا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ جب ہم خود اپنی اصلاح کریں گے اور اپنا دامن اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے بچائیں گے تو یقیناً اللہ تعالی بھی ہماری حالت پہ رحم فرمائے گا اور ہمیں خوشحال زندگی نصیب کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تابعین کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے:

(إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالاً هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلَىٰ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمُوبِقَاتِ) [البخاری ـ الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب :6493]

''آج تم ایسے ایسے عمل کرتے ہو جو تمھاری نگاہوں میں بال سے زیادہ باریک (بہت چھوٹے) ہیں جبکہ ہم انہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہلاک کرنے والے گناہوں میں شمار کرتے تھے۔''

یہ تابعین کے دور کی بات ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد بہترین دور تھا۔ اور آج ہمارے دور میں خدا جانے کیا کچھ ہوتا ہے، بس اللہ کی پناہ! (جاری)

MAY.indd 11 5/13/12 10:16 AM

اولاد کے حقوق

احتشام الحق سلفی
shaz_bazmi@yahoo.co.in

اولاد اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ انسان اس دنیا میں چاہتا ہے کہ اس کی نسل باقی رہے، بڑھے اور پھلے پھولے۔ اسلام نسلوں کو بڑھانے اور اسے فروغ دینے کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات ہمیں بتاتی ہے کہ ایسی عورت سے شادی کی جائے جو زیادہ بچہ دینے والی اور محبت کرنے والی ہو۔ اسلام نے بچوں کی پیدائش کا ایک ضابطہ پیش کیا ہے اور ان سے رابطہ اور تعلق کی برقراری کے لیے حقوق متعین کیے ہیں۔



اسلام نے بچوں کے درج ذیل حقوق متعین کئے ہیں:

(1) پیدائش کا حق: اسلامی تعلیمات اولاد کے قتل سے منع کرتی ہے۔ خواہ یہ قتل قبل پیدائش ہو یا بعد۔ اس سلسلے میں دو تعلیمات ہیں۔ پہلی یہ کہ اپنی اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل نہ کرو کیونکہ اللہ تمہیں بھی رزق دیتا ہے اور انہیں بھی۔ دوسرے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس جان کا دنیا میں آنا لکھ دیا گیا ہے وہ آکے رہے گی۔

(2) رضاعت وحضانت: پیدائش کے بعد والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کی ہر طرح سے نگہداشت کی جائے۔ اس کی رضاعت کی جائے۔ ایام طفولیت کی ہر وہ ذمہ داری، بچہ جسے ادا کرنے سے عاجز ہے والدین اس کو ادا کریں۔

(3) تربیت اور تعلیم: اسلام اولاد کی تربیت کے لیے ان تمام وسائل کے اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے جو اولاد کی اچھی تربیت کے لیے لازمی ہیں۔ مثلاً بہترین ماں کا انتخاب اور اولاد کی صالحیت کے لیے دعائیں۔ بچہ جیسے جیسے بڑا ہو والدین کو ان کی تربیت کرنی چاہئے۔ انہیں ایسی عادتیں سکھائی جائیں جن سے وہ سماج اور ریاست کے اچھے شہری اور اعلی اخلاقی کردار کے حامل بن سکیں اور اپنے دین وایمان کو باقی رکھیں۔ والدین کو انہیں بساط بھر تعلیم دلانی چاہئے تاکہ ان کی فطری صلاحتیں ابھر سکیں۔ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچے کو دین کی پوری پوری تعلیم دلائیں۔ کم از کم بنیادی تعلیم سے لازمی طور پر آشنا کرائیں تاکہ دین سے اس کا رشتہ قائم اور مضبوط رہے۔ انہیں اوامر ونواہی، فرائض وواجبات سے آگاہی ہو اور حلال وحرام کی تمیز ہو سکے۔

تعلیم کے سلسلہ میں موجودہ مسلمان لانظریت کے شکار ہیں۔ حتی کہ تعلیم یافتہ طبقوں میں بھی تعلیم کا غیر واضح اور مبہم تصور پایا جاتا ہے۔ موجودہ مسلم سماج میں مختلف طرح کے تعلیمی رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ایک طبقہ میں تعلیم کا حصول دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہیں دین وایمان سے بیزاری اور اخلاقی اقدار سے بے پروائی بھی موجود ہے۔ ان کے ہاں تعلیم کا مقصد صرف اور صرف دولت کا حصول ہے۔ خواہ اس کے لیے کسی طرح کے اقدامات کرنے پڑیں۔ تو دوسرا طبقہ اسی دولت کے حصول کے لیے تعلیم میں وقت صرف نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ایسے لوگ تعلیم سے سرد مہری اختیار کیے ہوئے ہیں۔ بعض طبقوں کو اب بھی معاشی تنگی کی وجہ سے تعلیم کے حصول کی آسانی دستیاب نہیں ہے۔ بعض لوگ دینی تعلیم کو فرسودہ، غیر مفید اور عبث سمجھتے ہیں تو اس کے بالمقابل ایک طبقہ دینی تعلیم کے علاوہ دیگر تعلیم کو تعلیم کے خانہ میں شمار ہی نہیں کرتا ہے۔ بعض لوگ بس ایک رو میں اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کرا رہے ہیں۔ نہ انہیں یہ پتا ہے کہ کیا کیا پڑھانا ہے۔ کس بچے کے لیے کون سی تعلیم موزوں ہے۔ بچے کو کہاں پڑھانا ہے وغیرہ۔

لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں بھی موجودہ مسلم سماج میں عجیب متضاد رویہ پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ اب بھی لڑکیوں کی تعلیم کے قائل نہیں ہیں تو بعض لوگوں کے لیے مخلوط تعلیمی نظام لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مسئلہ پیدا کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوط تعلیمی نظام دینی حمیت رکھنے والے مسلمانوں کے لیے ایک سنگین مسئلہ ہے۔ اس جانب اگر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا تو عورتوں کے ساتھ امتیاز کا مغربی الزام شدید تر ہوتا جائے گا۔ لیکن یہ مسئلہ صرف لڑکیوں ہی کا نہیں لڑکوں کے لیے بھی اتنا ہی اہم ہے۔ بعض لوگ اپنے لڑکوں کے لیے تو مدارس کی تعلیم کو غیر مفید سمجھتے ہیں یا انہیں اس میں وہ Charming نظر نہیں آتی ہے جو عصری تعلیم میں ہے لیکن لڑکیوں کے لیے مدارس کے علاوہ تعلیم کی ضرورت کا چنداں احساس نہیں کرتے۔ ان میں سے بعض لوگ شاید مخلوط تعلیم میں اپنے لڑکوں کی پاکدامنی پر بزعم خود پورا یقین رکھتے ہیں یا انہیں لڑکوں کی پاکدامنی اس طرح عزیز نہیں جس طرح لڑکیوں کی پاکدامنی۔ ایک طبقہ کو تعلیمی بیداری نے تعلیم کی اہمیت سے آشنا کیا تو ساتھ ہی ان میں منفی ذہنیت بھی پیدا کر دی ہے۔ اب نہ انہیں لڑکیوں کے دین وایمان کے جانے کا احساس ہے نہ ہی عزت وعصمت کا خوف۔ دیوثی کا یہ حال ہے کہ اسکول کے کلچرل پروگراموں میں ڈرامہ کے اسٹیج پر اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے ذریعہ پیش کردہ حیا سوز کرداروں کا نظارہ خود بھی کرتے ہیں اور اپنی جدیدیت اور ترقی پر جی بھر کے خوش ہوتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے تعلیمی نظام کی تشکیل خود کریں جس میں بنیادی سطح پر عصری ومذہبی تعلیم کا افتراق نہ ہو۔ ذہنی ہم آہنگی اور ذاتی دلچسپی کے اعتبار سے ثانوی سطح سے طلبہ وطالبات کے لیے مخصوص میدان کا انتخاب کیا جائے۔ اسی میں ایک طبقہ ایسا بھی ہوگا جس کا رجحان دینی تعلیم کی طرف ہوگا۔ وہ اس میں مہارت پیدا کریں گے۔ اسی طرح عصری تعلیم کے مختلف میدانوں میں بھی افراد پیدا ہوں گے۔

عمر کی اس سطح سے جہاں سے جنسی شعور بیدار ہونے لگتا ہے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے علیٰحدہ تعلیمی نظام ہو۔ لڑکیوں کے لیے عصری تعلیم کے ایسے گوشے جن میں

MAY.indd 12 5/13/12 10:16 AM

ان کی فطرت سے متصادم عمل نہ ہو تعلیم کے حصول کا پورا پورا موقع موجود ہو۔

(4) روزگار کے لائق بنانا: اسلام معاشی استحکام کی نہ صرف حمایت کرتا ہے بلکہ ان راستوں کو بھی بند کرتا ہے جو مفلسی اور معاشی تنگی کا باعث ہیں۔ پھر یہ کہ حقوق کے مسائل بھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ انسان بساط بھر معاشی استحکام حاصل کرے۔ بعض حقوق معاشی تنگی کی وجہ سے پامالی کی زد میں آجاتے ہیں۔ تعلیم کا حصول بڑی حد تک معاشی استحکام پر ہے۔ سیاسی استحکام کا خیال بھی تعلیمی ترقی اور معاشی استحکام کے بغیر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسلام والدین پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ اپنی اولاد کو اس لائق بنائیں کہ وہ معاشی تگ ودو میں کامیابی کے ساتھ حصہ لے سکیں۔ اپنی جائیداد کا کم از کم دو تہائی حصہ چھوڑ رکھیں تاکہ اولاد کو معاشی استحکام حاصل ہو۔ موجودہ دور میں ایسی تعلیم دلائی جائے جو بہتر روزگار کی ضامن ہے۔ اگر تجارت کرنا چاہتے ہوں تو انہیں ایسی سہولیات فراہم کی جائیں جن سے وہ کامیاب ہوسکیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اسلام نے عورت کے معاشی استحکام کی ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے۔ لیکن جہاں انسان کے دین وعصمت کو خطرہ نہ ہو تو ہر شخص کو یہ آزادی ہے کہ وہ معاشی استحکام کے وسائل کو اختیار کرے۔ موجودہ وقت میں زندگی کے شعبوں میں جس طرح وسعت پیدا ہوئی ہے کئی گوشے خواتین کے لیے مختص ہوگئے ہیں۔ ان میں بلا اختلاط مرد وزن ان کے لیے روزگار کے مواقع ہیں۔ یہ شعبے نہ صرف یہ کہ عورت کے لیے مناسب روزگار فراہم کرتے ہیں بلکہ عورتوں کے متقاضی ہیں۔ اس میں اس میدان کی تربیت یافتہ خواتین درکار ہیں۔ بعض ایسے سیکٹرس ہیں جس میں اس میدان کی تربیت یافتہ عورت کی کمی کی وجہ سے مردوں سے کام لیے جاتے ہیں۔

بعض اوقات عورتیں معاشی تنگی کا شکار ہوجاتی ہیں۔ اس صورت میں انہیں خود ہی معاشی تگ ودو میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ جہاں لڑکوں کو روزگار ضامن تعلیم دی جائے وہیں لڑکیوں کو بھی ایسی روزگار ضامن تعلیم دلائی جائے جو ان کی نسوانی فطرت سے متصادم نہ ہو۔ تاکہ ایسی صورت حال میں ان کے لیے بہتر روزگار کا حصول ممکن ہوسکے۔ یہ نہ صرف ان کی ذاتی ضرورت کے لیے لازمی ہے بلکہ بعض صورتوں میں ان کی حیثیت مذہبی بھی ہوجاتی ہے۔

(5) مساوات: اسلام اولاد کے درمیان تفریق اور امتیازی سلوک سے منع کرتا ہے۔ والدین کا یہ فرض ہے کہ بچوں کے درمیان مساوات قائم رکھیں۔ تعلیم وتربیت، کھانے پینے، لباس وپوشاک گویا زندگی کی ہر ضرورت میں ان کے درمیان عدل ومساوات کے ساتھ برتاؤ کریں۔ اسلام جنس کی بنیاد پر کسی تفریق کا قائل نہیں ہے۔ جس طرح لڑکوں کے حقوق ہیں اسی طرح لڑکیوں کے بھی حقوق ہیں۔ ان کی پیدائش، رضاعت وحضانت، تربیت اور تعلیم، روزگار اور معاشی استحکام، شادی اور مالی حقوق کی ادائیگی میں اسلام اسی جذبہ سے کام لینے کا حکم دیتا ہے جس کا اظہار کسی لڑکے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے نفقات، تعلیم وتربیت اور دیگر حقوق کی ادائیگی اسی طرح ہوگی جس طرح ایک لڑکے کی ہوگی۔ والدین کی وفات کے بعد لڑکیاں بھی ان کی جائیداد کا شریعت کے متعین کردہ حصہ کی حقدار ہوں گی۔

بہو اور داماد کے درمیان بھی مساوی سلوک ہونا چاہیے۔ بعض گھروں میں اسی امتیازات کی وجہ سے رنجش پیدا ہوتی ہے۔

(6) شادی: اسلام اولاد کو یہ اختیار دیتا ہے کہ شادی ان کی پسند کے مطابق کی جائے۔ وہ اپنا گھر بسائیں اور اس کو فروغ دیں۔ اسلام اولاد کی شادی کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے بلکہ ولیوں کو حکم دیتا ہے کہ ان کی شادی کرادی جائے۔ یعنی جب وہ شادی کی خواہش کریں تو ان کی شادی کردی جائے۔ یا وہ شادی کے لائق ہوجائیں تو ولیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کردیں۔ لیکن یہ مطلق اختیار نہیں ہے بلکہ شادی کے سلسلہ میں اسلامی ضابطے کا پابند ہے۔ اسلام بے ہنگم زندگی کا قائل نہیں ہے۔ چنانچہ ہر وہ ذریعہ جو انتشار وبدامنی کا باعث ہے اس کا دروازہ بند رکھنا چاہتا ہے۔ اسلام مفاسد کے سد باب کو مصالح کے حصول پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کا اصول ہے: درء المفاسد أولى من جلب المصالح۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے تعلیمی نظام کی تشکیل خود کریں جس میں بنیادی سطح پر عصری ومذہبی تعلیم کا افتراق نہ ہو۔ ذہنی ہم آہنگی اور ذاتی دلچسپی کے اعتبار سے ثانوی سطح سے طلبہ وطالبات کے لیے مخصوص میدان کا انتخاب کیا جائے۔

اسلام کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو شادی میں پسندیدگی کا حق نہیں دیتا ہے جبکہ جس طرح مردوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق شادی کریں اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ ان کی شادی ان کی پسند کے مطابق کی جائے۔ البتہ لڑکی کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے۔ ولی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ جس لڑکے سے چاہیں اس کی شادی کرادیں بلکہ لڑکی سے ان کی اجازت لینا لازمی ہے۔ اگر اس کی اجازت کے بغیر شادی کی جاتی ہے اور لڑکی اس کو پسند نہیں کرتی ہے تو یہ شادی فسخ ہوجائے گی۔ اگر لڑکی کسی جگہ شادی کرنا چاہتی ہے اور ولی کو اس کے دین وایمان سے یا معاشی صورت حال سے اطمینان نہیں ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ وہ اسے روک دے۔ البتہ کسی خاص جگہ پر شادی کرنے کے لیے کسی بالغ لڑکی کو مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک عورت ایک وقت میں ایک ہی شخص کی بیوی رہ سکتی ہے۔ ایک شخص کی بیوی رہتے ہوئے اس سے بالجبر یا بالرضا یا بالمبادلہ کسی صورت میں جنسی تمتع کا حق حاصل نہیں ہے۔ ایک وقت میں ایک مرد چار عورتوں تک سے شادی تو کرسکتا ہے لیکن بلا شادی جنسی تمتع کا حق اسے یا کسی عورت کو بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اسلام میں جز وقتی یعنی Contract یا Bound Marriage کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نہ ہی کسی مرد یا عورت کو یہ حق ہے کہ وہ جب جب چاہیں ازدواجی رشتے میں منسلک ہوجائیں اور جب جب چاہیں اس سے الگ ہوجائیں۔ اسلام اس جبر کا قائل بھی نہیں کہ ایک مرتبہ شادی کے بندھن میں بندھ جانے کے بعد ذہنی ہم آہنگی یا نباہ کی صورت باقی نہیں رہنے کے باوجود دونوں اس رشتے سے الگ نہیں ہوسکتے، اس ذہنی اذیت سے گلوخلاصی کے لیے طلاق کا راستہ بھی موجود ہے۔ طلاق مغلظہ ہوجانے کے بعد اس عورت سے اس وقت تک شادی نہیں کی جاسکتی جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے اس کی شادی نہ ہوجائے اور اتفاق سے وہاں بھی کسی وجہ سے طلاق ہوگئی ہو یا اس کا شوہر انتقال کرجائے۔

MAY.indd 13 5/13/12 10:16 AM

مساجد کی اہمیت

اوران کوتربیت گاہ اورروحانی مرکز بنانے کے لیے ائمہ کا ممکنہ کردار

ڈاکٹرفضل الرحمٰن المدنی

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے امت محمدیہ کے لیے پوری روئے زمین کو جائے نماز بنایا ہے اور خصوصی طور سے انہیں یہ سہولت عطا کی ہے کہ نماز کے وقت وہ جہاں کہیں بھی رہیں وہیں نماز پڑھ لیں اور ضروری نہیں ہے کہ میلوں دور سے وہ اپنے کام کاج چھوڑ کر جہاں مسجد ہو وہاں آئیں اور مسجد ہی میں نماز ادا کریں، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یعنی مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، میری مدد ایک مہینے کی مسافت کے رعب سے کی گئی، میرے لیے پوری روئے زمین جائے نماز اور مطہر بنائی گئی، چنانچہ میری امت کے کسی بھی شخص کے لیے جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہئے کہ وہیں نماز پڑھ لے، اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے اسے حلال نہیں کیا گیا، مجھے شفاعت عطا کی گئی، اور مجھ سے پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کے لیے مبعوث کیا جاتا تھا اور میری بعثت عام ہے اور میں تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

(صحیح البخاری حسب ترقیم فتح الباری 1/ 91)

اور حضرت ابوذر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام، میں نے کہا: پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: پھر مسجد اقصیٰ، میں نے کہا: دونوں میں کتنی مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا: چالیس سال کا، پھر فرمایا: تم کو جہاں بھی نماز پالے وہیں پڑھ لو، وہی جگہ جائے نماز ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: 2/ 268) اور ایک روایت میں ہے کہ ''پوری زمین جائے نماز ہے''۔

(صحیح البخاری حسب ترقیم فتح الباری: 1/ 91)

بہر حال اللہ کا بڑا فضل واحسان ہے کہ امت محمدیہ کے لیے نماز کی صحت کے لیے اس کا مسجد میں ہی ادا کرنا ضروری نہیں قرار دیا، بلکہ رخصت دی کہ سفر وغیرہ میں جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھ لے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی ہر بستی میں نماز کے لیے ایک جگہ خاص کرنا اور خواہ چھپر ہی کی سہی ایک مسجد بنانا اور اذان و



نماز کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی بستی پر حملہ کرنا ہوتا تو طلوع فجر کے بعد حملہ کرتے تھے، آپ کان لگا کر اذان سنتے اور جب کسی بستی سے اذان کی آواز سن لیتے تو اس پر حملہ نہیں کرتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ (صحیح البخاری حسب ترقیم فتح الباری: 1/ 158, صحیح مسلم: 2/ 3)

اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا طریقہ تھا کہ جہاں کہیں بھی جاتے تھے، پہلے وہاں ایک مسجد کا انتظام اور اہتمام کرتے تھے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مسجد کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، اسے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے نزدیک سب سے محبوب اور بہتر جگہ قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہروں میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے مبغوض جگہ وہاں کے بازار ہیں۔'' (صحیح مسلم: 2/ 132)

مسجدوں کو تعمیر کرنے والوں کے لیے جنت میں اللہ کی جانب سے گھر بنانے کی خوش خبری ہے، حضرت عثمان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی رضا کے لیے ایک مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔'' (صحیح البخاری حسب ترقیم فتح الباری 1/ 122, صحیح مسلم: 2/ 68)

اور مسجد میں آنے والوں کے لیے اللہ کی ضیافت کا وعدہ ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح کے وقت مسجد جاتا ہے یا شام کو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جب جب وہ مسجد جاتا ہے جنت سے ضیافت کا سامان تیار کرتا ہے۔'' (صحیح البخاری حسب ترقیم فتح الباری 1/ 168, صحیح مسلم: 2/ 132)

مسجد سے برابر تعلق خاطر رکھنے اور وہاں برابر جانے کی عادت بنا لینے کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے، حضرت ابوسعید ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ایک آدمی کو دیکھو کہ وہ برابر مسجد جاتا ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہ آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔'' (مسند احمد بن حنبل 3/ 76, سنن ابن ماجۃ: 1/ 513, سنن الترمذی: 10/ 102)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر اور آباد کرنے میں جہاں اس کی عمارت بنانا داخل ہے وہیں اس کو نماز، ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن وغیرہ سے آباد کرنا بھی شامل ہے۔ اس کی تائید مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی سے متعلق حدیث سے ہوتی ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''یہ مسجدیں پیشاب کرنے اور گندگی پھیلانے کے لیے نہیں ہیں، یہ ذکر الٰہی، نماز اور قراءت قرآن کے لیے ہیں۔'' (صحیح مسلم: 1/ 163)

اس واسطے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان مسجدوں کو اچھے اماموں، اچھے مؤذنوں اور اچھے پروگراموں سے اس طرح آباد کریں کہ یہ اپنے مصلیوں اور پڑوسیوں کے لیے اسی طرح مفید اور بابرکت بن جائیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عہد نبوی، خیر القرون اور سلف صالحین کے دور میں مسجدیں مسلمانوں کے روحانی مراکز کی حیثیت رکھتی تھیں، ان مسجدوں میں نمازیں قائم کی جاتی تھیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا تھا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا جاتا تھا، ان میں قرآن و سنت کی تعلیم دی جاتی تھی، اور نوخیز نسل کی صحیح اسلامی تربیت اور مسلمانوں کے تزکیہ نفس کا انتظام ہوتا تھا، یہیں پر لوگوں کے اخلاق سنوارے جاتے تھے اور دینی خطوط پر ان کی ذہن سازی ہوتی تھی، اور یہیں سے دعوت اسلامی کے وہ سپاہی پیدا ہوتے تھے جو صرف زبان سے نہیں بلکہ

MAY.indd 14 5/13/12 10:16 AM

اپنے اخلاق و کردار اور اعمال صالحہ سے اسلام کی تبلیغ اور نشر واشاعت کرتے تھے۔

پہلے یہ سارے کام مساجد میں اس سرگرمی اور اخلاص سے انجام دئے جاتے تھے کہ ہر مسجد محلّہ والوں کے لیے نیکی و بھلائی کا منبع اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہوتی تھی، جو مسلمانوں میں ایسی دینی روح پھونکتی اور ایسی دینی غیرت پیدا کر دیتی تھی کہ وہ نہ تو کسی بیرونی طاقت کی ترغیب و ترہیب کے آگے سرِتسلیم خم کرتے تھے، نہ کسی باطل نظریہ و عمل کو اپنانے کا خیال ان کے دل میں آسکتا تھا، خلاصہ یہ کہ پہلے ہماری مسجدیں دعوت الی اللہ، حق کی نشر واشاعت خالص اسلامی ذہن کی تعمیر اور دینی وروحانی ماحول بنانے کے مراکز تھیں، مگر آج ہماری مسجدوں سے یہ سارے کام نہیں ہورہے ہیں، اور جہاں کچھ چیزیں ہو بھی رہی ہیں ان میں پہلے جیسی برکت نہیں اور ان سے وہ فوائد حاصل نہیں ہورہے ہیں جو ماضی میں حاصل ہوتے تھے، سوال یہ ہے کہ آج ہماری مسجدوں کی وہ حیثیت کیوں نہیں رہ گئی؟ اور دوبارہ ان مسجدوں کو مسلمانوں کے لیے تربیت گاہ اور روحانی مراکز بنانے کے لیے ائمہ مساجد کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں مساجد کے ائمہ اور ان کے ذمہ داروں کی خدمت میں چند نکات اور تجاویز پیش کررہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اگر ان پر عمل کیا گیا تو ان شاء اللہ ان سے مساجد کو مسلمانوں کی تربیت گاہ اور روحانی مرکز بنانے میں کافی مدد ملے گی۔

(1) خطبات جمعہ کی اصلاح : مساجد میں جن وسائل سے لوگوں کی دینی تربیت، اصلاح معاشرہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کیا جاسکتا ہے ان میں سب سے اہم اور مفید ذریعہ خطبہ جمعہ ہے، کیونکہ نماز جمعہ اور اس کا خطبہ فرض ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے مومنو! جب نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کے لیے تم دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (الجمعۃ:)

اور اس میں حاضری کا وہ مسلمان بھی اہتمام کرتے ہیں جو پنجوقتہ نمازوں میں حاضری کا اہتمام نہیں کرتے اور جو مساجد کے اور دوسرے دعوتی پروگراموں جیسے درس قرآن درس حدیث وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے، نیز دوسرے پروگرام بعض اسباب ووجوہ کی بنا پر کبھی کبھی ملتوی یا منسوخ بھی کردئے جاتے ہیں، لیکن نماز جمعہ اور اس کے خطبے کبھی بھی ترک نہیں کئے جاتے، اس طرح سال بھر میں جمعہ کے باون خطبوں کے ذریعے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بالاستمرار جاری رہتا ہے، علاوہ ازیں دوسرے اجتماعات کے برعکس اس میں سامعین کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور لوگ اخیر تک اس میں حاضر رہتے ہیں، جبکہ دوسرے اجتماعات میں لوگ اختتام سے قبل ہی آہستہ آہستہ سرکنے لگتے ہیں، نیز دوسرے اجتماعات میں حاضرین کی ایک بڑی تعداد بات چیت اور سرگوشیاں کرتی رہتی ہے اور بہت سے لوگ مختلف ضروریات کے لیے یا بلاضرورت ہی اٹھ کر جاتے رہتے ہیں، جبکہ خطبہ جمعہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے بھی بولنا ممنوع ہے، اس واسطے سب بڑی خاموشی اور نہایت توجہ سے خطیب کی باتیں سنتے ہیں، ان خصوصیات کی بنا پر خطبہ جمعہ دعوت وتبلیغ کے لیے جس قدر مفید ہے اتنے مفید دوسرے پروگرام نہیں ہوتے۔ اس لیے ائمہ مساجد اور خطبائے کرام کو چاہئے کہ اس سے لوگوں کی اصلاح وتربیت اور اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کے لیے بھرپور استفادہ کریں، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ خطبہ کے موضوع کا انتخاب کم از کم چار پانچ روز پہلے ہی کرکے اس کے لیے بھرپور تیاری کریں، تاکہ خطبہ مدلل، مرکز، جامع اور مانع ہو، اور سامعین اس سے اس موضوع کے متعلق مفصل اور اطمینان بخش معلومات حاصل کرسکیں، اور موضوع کا انتخاب کرتے وقت حالات وظروف کا لحاظ رکھیں اور خطبہ میں بے موقع باتیں نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ شوال میں شب قدر کے مسائل وفضائل اور محرم میں حج کے احکام ومسائل بتائیں، اسی طرح خطبہ میں سامعین کے دینی وعلمی استعداد اور عقل وفہم کی صلاحیت کا بھی لحاظ رکھیں، ایسا نہ ہو کہ عوام الناس میں ایسے دقیق مسائل چھیڑ دیں جو نہ ان کے لیے مفید ہوں اور نہ قابل فہم۔ اسی طرح خطبات کے موضوعات میں تنوع ہو اور ترغیب وترہیب اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھیں، اسی طرح خطبہ میں جو بات کہیں تحقیق کے بعد کہیں، نیز اپنی زبان، آواز، اسلوب بیان اور انداز خطابت وغیرہ کو ہمیشہ بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں، اس سے خطبہ کی افادیت میں اضافہ ہوگا اور برابر سامعین کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ اور اگر آپ نے ان باتوں کا لحاظ نہیں کیا بلکہ بلا تیاری کے اوٹ پٹانگ اور کبھی ایران اور کبھی توران کی ہانکیں گے، یا ہمیشہ ایک ہی موضوع پر بولیں گے، یا سامعین کو ہمیشہ ڈانٹ پھٹکار ہی سنائیں گے، یا بے موقع کی باتیں کریں گے اور وقت کے سلگتے موضوعات کو نظر انداز کریں گے، تو آپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور آپ کے خطبات سے خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔

بہر حال خطبۂ جمعہ ائمہ مساجد کے لیے دعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے، جس سے وہ مساجد کو مسلمانوں کے لیے بہترین تربیت گاہ اور روحانی مراکز بنا سکتے ہیں، مساجد کو دعوت وتبلیغ اور اصلاح کا مرکز بنا سکتے ہیں۔

(2) قرآن و حدیث کے درس کا اہتمام : لوگوں کی ہدایت ورہنمائی، ان کے عقائد اور اخلاق ومعاملات کی اصلاح اور ان کے اندر تقویٰ و پرہیزگاری اور اعمال صالحہ کے جذبات پیدا کرنے میں قرآن وحدیث کا جو مقام ہے وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں، قرآن وہ آسمانی کتاب ہے جسے تاقیام قیامت تمام انس و جن کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے، جسے ''ھدی للناس''، ''ھدی للمتقین''۔ اور ''خیر الحدیث'' کہا گیا ہے، جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور جس کا اسلوب اس قدر فصیح وبلیغ اور مؤثر ودلکش ہے کہ عوام وخواص سب کو اپنا گرویدہ بنالیتا ہے، اور کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس کو سن کر ہی مسلمان ہوگئے۔

اسی طرح احادیث نبویہ کا بھی رشد وہدایت میں بڑا ہی اعلیٰ مقام ہے، ان میں بڑی جامعیت، سادگی اور حسن ہے۔ اور قرآن کریم کی شرح وبیان ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور ہر مسلمان ان کی قدر ومنزلت کو سمجھتا اور ان کے احکام وفرامین کے سامنے سرِتسلیم خم کرتا ہے، اور ان کی تعلیمات پر بڑی عقیدت ووارفتگی کے ساتھ عمل کرتا ہے، اس واسطے ائمہ مساجد کو درس قرآن ودرس حدیث کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔ اور روزانہ فجر کے بعد درس قرآن اور عشاء کے بعد درس حدیث پیش کرنا چاہئے۔ ان دروس میں وقت کا لحاظ رکھیں اور پندرہ بیس منٹ سے زیادہ ٹائم نہ لیں، درس میں آیات واحادیث کے معانی، تعلیمات اور پیغام کو سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کریں اور طویل فنی اور علمی بحثیں اور اختلافات نہ چھیڑیں، اور جس حدیث یا آیت کا درس دینا ہو اس کو پہلے اچھی طرح مطالعہ کرکے حل کرلیں اور پوری تیاری کے ساتھ درس دیں، اسی طرح آیات واحادیث کے انتخاب میں حالات وظروف اور لوگوں کی ضروریات ومسائل کا لحاظ رکھیں۔ ہاں اگر خطبۂ جمعہ یا دوسرے پروگراموں میں

MAY.indd 15 5/13/12 10:16 AM

وقتی مسائل پر مفصل روشنی ڈال دی جائے تو قرآن کا درس ترتیب سے دے سکتے ہیں، اسی طرح حدیث کی کسی اچھی کتاب جیسے صحیح بخاری یا مؤطا امام مالک یا ریاض الصالحین کا درس بھی ترتیب سے دے سکتے ہیں۔

(3) خواتین کے لیے دعوتی پروگرام کا نظم کرنا: اگر مسجد میں خواتین کے لیے نماز جمعہ اور دوسرے دینی پروگراموں کے لیے نظم ہو تو بہت اچھا ہے، ورنہ ان کے لیے محلّہ والوں کے مشورہ سے مسجد یا کسی گھر میں دعوتی پروگرام کا نظم کریں، جس میں محلے پڑوس کی خواتین جمع ہوں اور پردے کی آڑ سے چند معزز وثقہ لوگوں کی موجودگی میں ان کو نصیحت کریں، انھیں دین کے ضروری مسائل بتائیں اور ان پر اپنے گھر اور معاشرے کی اصلاح کے سلسلے میں جو ذمہ داریاں ہیں ان کی جانب ان کی توجہ مبذول کرائیں، اگر ہو سکے تو ان کی ایک تنظیم بنا کر خواتین میں دعوت وتبلیغ اور اصلاح کا کام زیادہ منظم اور بہتر انداز میں کریں، ائمہ کرام اور علماء دین اپنی تقاریر و دروس میں کتاب وسنت، ازواج مطہرات و دیگر صحابیات اور اسلاف خواتین کے عبرت خیز واقعات اور حالات بیان کر کے انھیں نصیحت کرے، بہر حال ائمہ مساجد مردوں کی طرح خواتین میں بھی دعوت وتبلیغ اور اصلاح کے کام پر توجہ دے۔ تاکہ مسلم معاشرہ کے نصف ثانی کی تربیت واصلاح کا کام بھی ہو سکے۔

(4) اصلاحی کمیٹی کا قیام: مسجد کے ذمہ داروں اور مصلیوں نیز محلّہ کے بااثر وصالح لوگوں پر مشتمل ایک اصلاحی کمیٹی بنائیں جو ایک نظم کے ساتھ محلّہ میں دعوت وتبلیغ اور اصلاح کا کام کرے، اور سب لوگ مل کر ہفتہ میں ایک یا دو دن محلے کے لوگوں کے پاس جائیں، ان سے ان کے گھروں، دوکانوں اور کارخانوں پر شخصی طور سے ملاقات کریں، انہیں محبت وخیر خواہی کے ساتھ نیکیوں کی ترغیب کریں اور برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کریں اور نمازوں کی پابندی اور مسجد کے پروگراموں میں شرکت کی دعوت دیں۔ اگر ان میں کوئی اختلاف یا برائی نظر آئے تو سب مل کر اسے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر کسی کو کوئی پریشانی یا ضرورت ہو تو سب تعاون کریں، اور اس کی پریشانی کو دور کریں، اس سلسلے میں اگر کچھ لوگوں کی مخالفت کا سامنا ہو تو صبر سے کام لیں اور پورے اخلاص ولگن سے سب اپنا کام جاری رکھیں۔

(5) بلیک بورڈ کا استعمال: مسجد میں باہری گیٹ کے پاس یا کسی مناسب جگہ ایک بلیک بورڈ کا انتظام کرائیں، جس پر آیات واحادیث کے ترجمے، حکمت وموعظت کی باتیں اور ضروری دینی احکام ومسائل لکھتے رہیں، اس کا بڑا فائدہ ہوگا اور لوگوں کو اس سے اہم دینی معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔

(6) بچوں کی تعلیم وتربیت کا نظم: اگر محلّہ میں کوئی دینی مدرسہ نہ ہو تو مسجد کے ذمہ داروں اور محلّہ کے لوگوں سے مل کر مسجد میں بچوں کی تعلیم وتربیت کا نظم کرے، جس میں ناظرہ قرآن، اور کچھ دینی کتابیں پڑھائیں اور انھیں وضو اور نماز وغیرہ کا طریقہ عملی طور سے کرا کے سکھائیں۔ اور ضروری دعائیں اور قرآن کی کچھ سورتیں یاد کرائیں، اور اگر محلّہ میں کوئی دینی مدرسہ ہے جہاں بچے دینیات کا علم حاصل کرتے ہیں تو اس نظم کی ضرورت نہیں، مگر دونوں صورتوں میں سال میں بچوں کے لئے دو تین تربیتی اور مسابقہ کا پروگرام رکھیں، جن میں دینی مسائل، کچھ سورتوں اور دعاؤں کے حفظ، تقریر، قراءت اور نظم خوانی وغیرہ کا مقابلہ کرائیں اور کامیاب ہونے والے بچوں کو انعامات سے نوازیں، اس سے بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں بڑے اچھے اثرات مرتب ہونگے، اور لوگوں میں تعلیمی بیداری پیدا ہوگی۔

(7) مختصر دار المطالعہ کا قیام: کوشش کریں کہ مسجد میں ایک مختصر دار المطالعہ قائم کریں، جس میں مختلف زبانوں اور خاص طور سے علاقائی زبان میں مستند دینی کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ جمع کریں، اس سے خود بھی استفادہ کریں اور عام مسلمانوں کو استفادہ کا موقع دیں، اس سے پڑھے لکھے لوگوں کا مسجد سے رابطہ قائم ہوگا، ان کے اندر دینی بیداری پیدا ہوگی، اور دینی معلومات کی نشر اشاعت ہوگی، اور دعوت وتبلیغ کا کام آسان ہو جائے گا۔

(8) کم از کم سال میں ایک دینی اجلاس کرانا: مسجد کے ذمہ داروں اور محلے کے اہل حل وعقد سے مل کر سال میں کم از کم ایک بڑا اور اچھا دینی اجلاس کرانے کی کوشش کریں جس میں جید علماء کرام اور اچھے خطباء اور واعظین کو بلائیں اور طے شدہ مفید و متنوع موضوعات پر ان کے خطبات وتقاریر کا نظم کریں، ان شاء اللہ اس کے بڑے مفید اور دور رس نتائج برآمد ہونگے۔ اور لوگوں میں جو دین سے غفلت اور بے علمی پائی جاتی ہے اس کا ازالہ ہوگا۔

(9) محلہ کی تقریبات سے دعوت وتبلیغ کیلئے استفادہ کرنا: یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ائمہ مساجد عموماً محلّہ پڑوس کے تمام خوشی وغمی کے پروگراموں میں شریک رہتے ہیں، چنانچہ شادی اور عقیقہ وغیرہ کی تقریبات میں بھی انہیں دعوت دی جاتی ہے اور کسی کی بیماری اور وفات پر بھی انہیں بلایا جاتا ہے، ان تقریبات ومواقع سے انہیں دعوت وتبلیغ کے لئے استفادہ کرنا چاہئے اور اپنے خطبات یا گفتگو کے ذریعے لوگوں کو اپنے سارے امور، شریعت کے مطابق انجام دینے کی ترغیب دینی چاہئے، اور حکمت ومحبت سے ان مواقع کے دینی مسائل بتانا چاہئے۔

(10) اپنے اسلامی تعلیمات کا نمونہ بنانا: ائمہ مساجد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی حیثیت معاشرے میں ایک عالم دین، داعی اور پیشوا کی ہوتی ہے۔ اور تمام لوگ انہیں اپنے لئے اسوہ ونمونہ کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، اس واسطے انہیں علم وعمل، تقویٰ و پرہیز گاری، حکمت وموعظت، اخلاق ومحبت اور دیگر تمام اوصاف وکردار میں کتاب وسنت کا جیتا جاگتا نمونہ بننے کی کوشش کرنا چاہئے، تبھی ان کی محنت بارآور ہوگی اور جد و جہد کا خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

یہ چند امور ہیں جنہیں میرے خیال میں اگر ائمہ مساجد صحیح طریقے پر انجام دینے لگیں تو ہماری مسجدیں تمام مسلمانوں کے لئے بہترین تربیت گاہ اور روحانی مرکز بن جائیں گی۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے ائمہ میں ان امور کی انجام دہی کی صلاحیت اور تڑپ ہو، وہ انتہائی مخلص ہوں، انہیں کتاب وسنت اور فقہ اسلامی پر اچھی دسترس ہو، اور ان میں اتنی خاکساری اور تواضع ہو کہ جو مسائل انہیں معلوم نہ ہوں وہ اپنے سے بڑے علماء سے پوچھ لیں۔ علاوہ ازیں مسجد کے متولی اور ٹرسٹیان انہیں اچھی تنخواہیں دیں اور ان نشاطات اور اعمال میں ان کے ساتھ بھر پور تعاون کریں۔ اور انھیں اپنا زر خرید غلام بنانے کے بجائے آزادی سے حق بات کہنے، برائیوں سے روکنے اور دعوت وتبلیغ واصلاح کا کام کرنے دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے دین کا داعی اور مبلغ بنائے اور ہمارے ائمہ مساجد اور ٹرسٹیان کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ سب مل کر مسجدوں کو حقیقی روحانی مرکز بنائیں۔ آمین

MAY.indd 16 5/13/12 10:16 AM

پیاری بہن!

کیا آپ خوش نصیب بننا چاہتی ہیں؟

دکتور علی بن عبدالخالق القرنی
ترجمہ وتلخیص: مولانا علاء الدین مکی

میری پیاری بہن! کیا آپ اپنی زندگی میں خوش بختی چاہتی ہیں؟ اپنی زندگی کو سکون وراحت سے بھرپور دیکھنا چاہتی ہیں؟ کیا آپ امن وامان کی سانس لینا چاہتی ہیں؟ کیا آپ یہ ساری بہاریں اپنی دنیا وآخرت کی زندگی میں دیکھنا چاہتی ہیں؟

میری پیاری بہن! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زندگی کی ساری خوشیاں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اللہ ورسول ﷺ کے طے کردہ راستے کی پیروی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما﴾ (احزاب 71)

ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی اور فرماں برداری کی اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔

اور ساری کی ساری بدبختی اور ناکامی طریقہ الٰہی اور اسوۂ نبوی کی خلاف ورزی میں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا﴾ (احزاب 36) ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی کا شکار ہوا۔

پیاری بہن! میں آپ کو ایک ہمدرد دوست کی آواز اور خبردار کرنے والے خیرخواہ کی زبان میں پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہوں، وہ اللہ جس نے آپ کو ایمان اور قرآن کی نعمت سے سرفراز کیا، جس نے آپ کو معزز اور پاکیزہ بنایا اور آپ کا مقام بلند کیا، بلکہ آپ کو ایسے حالات میں خاص انعام سے نوازا، جبکہ آپ کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی آپ کی حیثیت صرف عیاشی کے ساز وسامان کی تھی، آپ اپنے ولی، خاندان اور سماج کے لیے باعث عار تھیں، آپ کے ساتھ بسا اوقات جانوروں سے بھی زیادہ بدتر سلوک کیا جاتا تھا، آپ کو اتنا بلند مرتبہ صرف دین اسلام نے ہی عطا فرمایا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: ''اور زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی تو سنتے ہی اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا اور بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا اور سوچتا کہ ذلت ورسوائی کے ساتھ اس بچی کو رکھے یا زندہ درگور کردے۔ خبردار! یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں''۔ (سورہ نحل 58،59)

میری پیاری بہن! یاد رکھو! آپ کے دشمن بے شمار ہیں، اور سب آپ کو آلہ کار بنا کر دین، شرم وحیا اور شرافت کو برباد کرنا چاہتے ہیں، کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ ہم میں سے ہی ہوں گے اور ہماری زبان ہی بولتے ہوں گے، ان حالات میں آدمی کہتا ہے کہ مشرق وسطی کی حالت اسی وقت ٹھیک ہوسکتی ہے جب عورتیں اپنا پردہ اٹھا کر پھینک دیں اور اس سے قرآن کریم کو چھپا دیں۔

ان کا مقصد صاف یہ ہے کہ آپ کی زندگی تباہ وبرباد کردیں اور آپ کو جہنم کے گڑھے میں پھینک دیں، ان کی خواہش ہے کہ آپ صرف ایک قدم آگے بڑھیں کیونکہ ہزاروں میل کی مسافت آپ کے ایک ہی قدم سے طے ہوتی ہے، آخر کار وہ آپ کو بدکار اور عریاں دیکھنا چاہتے ہیں، جس دن وہ اپنے ہدف میں کامیاب ہوگئے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی اور پھر آپ کے ساتھ اس طرح کھیلنا شروع کردیں گے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں اور اسی طرح آپ کو نوچ کھائیں گے جس طرح کتے مردار کو نوچ کھاتے ہیں۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے!

آپ کا فیصلہ ان کے بارے میں کیا ہے؟ یقیناً جس فیصلے کی آپ سے امید ہے وہ یہی ہے کہ آپ اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑیں گی، اس کے حدود کا پورا پاس ولحاظ رکھیں گی اور یہ بھی آپ سے امید ہے کہ اپنے عزم وحوصلہ سے ان کی پرزور مخالفت کریں گی، جس سے وہ جل بھن جائیں اور کف افسوس ملنے لگیں۔

پیاری بہن! کچھ عورتیں، اسی غلط فہمی میں ہیں کہ بے پردگی صرف چہرہ کھولنے کا نام ہے، نہیں ہرگز نہیں۔ سچائی یہ ہے کہ بے پردگی اسے بھی کہا جائے گا جب کوئی تنگ کپڑے پہنے، یا بہت ہی باریک پرکشش پردہ استعمال کرے، اسی طرح چھوٹے اور ہلکے کپڑوں کا نام بھی بے پردگی ہے، مردوں کی جگہوں یا محفلوں میں خوشبو لگا کر جانا بھی بے پردگی ہے، پتلون پہننا بھی بے پردگی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''صنفان من أهل النار لم أرهما (وذكر)..... ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا'' (مسلم)

ترجمہ: دوطرح کے دوزخی لوگ ہیں جنہیں میں نہ دیکھ سکا (اور آپ نے بیان کیا:) ''ان میں سے ایک وہ عورتیں ہیں جو کپڑے زیب تن کرنے کے باوجود برہنہ ہوں گی، دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی اور خود ان کی طرف متوجہ ہونے والی ہوں گی، ان کے سر ایسے ہوں گے جیسے بڑے عمر دراز اونٹ کے کوہان، یہ نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پاسکیں گی جبکہ اس کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت کے بعد بھی ملے گی''۔ (مسلم)

اہل علم اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ وہ کپڑے پہنیں گی لیکن وہ کپڑے انتہائی تنگ اور باریک جسم نما ہوں گے یا پورے جسم کو چھپا نہیں پائیں گے۔

پیاری بہن! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ جہنم کی آگ میں جلیں؟ کیا آپ کو پسند ہے کہ آپ سامانِ عیش وتجارت بنیں، نہیں ہرگز نہیں ہمیں آپ سے اس کی امید نہیں اور آپ ہرگز اس کے لیے تیار نہ ہوں گی۔

پیاری بہن! آپ کے لیے سب سے بڑا قلعہ آپ کا یہ پیارا دین اسلام ہے جو آپ کی عزت وآبرو، پاکدامنی، شرم وحیا، آپ کی شرافت کی حفاظت کرتا ہے، آپ کو پردے کا حکم دے کر آپ کی عظمت کی نگرانی کرتا ہے اگر آپ نے اس حکم کو چھوڑا تو آپ آخرت میں اللہ کی سزا کی حقدار ہوں گی اور اس دنیا میں خونخوار انسانی بھیڑیوں کا لقمہ بنیں گی جن کا مطمح نظر اور نشانہ آپ کی پاکدامنی اور شرافت ہے۔ ایک بار ان کا نشانہ کیا بنیں کہ ساری زندگی ندامت کا کڑوا گھونٹ پینا پڑے گا۔

پیاری بہن! آپ تو اللہ پر ایمان رکھنے والی، اس کے آگے سربسجود ہونے والی، اور اس کے حکموں کی تعمیل کرکے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والی ہیں۔ آپ خود ہی مثال اور معیار ہیں، ایمان کے ذریعہ یہ پاکیزگی آپ کو حاصل ہوئی ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ برتر کسی کمتر کی مشابہت اختیار کرے.....

MAY.indd 17 5/13/12 10:16 AM

ادارہ

آپ کے مسائل اور ان کا حل

غیر مسلم کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال: دعوت کا تقاضا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ شخصی تعلق مضبوط کیا جائے تاکہ اجنبیت دور ہو اور دعوت کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ تو اگر کسی غیر مسلم نے مجھے کسی خورد ونوش پر مدعو کیا جو حلال ہو تو کیا میرے لیے دعوت قبول کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر مسلمان کی جانب سے غیر مسلم کے ساتھ اخوت و بھائی چارہ اور محبت کے تعلقات ہوں تو یہ حرام ہیں، ایسے تعلقات رکھنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، گرچہ وہ ان کے باپ، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ وخاندان کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں''۔ (المجادلۃ 22)۔ اور اگر ان کے تعلقات کا معاملہ صرف حلال اشیاء کی خرید وفروخت اور حلال کھانے کی دعوت، اور مباح اشیاء کے تحفے اور ہدیے قبول کرنے تک محدود ہوں اور ان کا مسلمان پر کسی قسم کا اثر بھی نہ پڑے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ مباح ہیں۔

غیر مسلم کا ترجمۂ قرآن چھونا

سوال: میرے پاس قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ دستیاب ہے کیا اسے کوئی غیر مسلم چھو سکتا ہے؟

جواب: غیر مسلم کے لیے ترجمۂ قرآن کو چھونے میں کوئی حرج نہیں، چاہے ترجمہ انگریزی زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں، اگر اسے غیر مسلم چھوتا ہے یا ایسا آدمی چھوتا ہے جو باوضو نہیں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترجمۂ قرآن کا حکم نہیں رکھتا بلکہ تفسیر کے حکم میں ہے، اور تفسیر کی کتابوں کو غیر مسلم اور جو طہارت سے نہ ہوں سب چھو سکتے ہیں یہی حکم حدیث، فقہ اور عربی زبان کی کتابوں کا ہے۔

لیکچر سننے کے لیے غیر مسلم کا مسجد میں داخلہ

سوال: کیا دعوت پر مشتمل لیکچر سننے کے لیے غیر مسلم کے لیے جائز ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہو؟

جواب: جی ہاں! جائز ہے جبکہ مامون ہوں کہ غیر مسلم مسجد کو گندہ نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ داخلہ مصلحت کے حصول کے لیے ہے جس سے مسجد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اسی طرح غیر مسلم کے لیے مسجد میں کسی طرح کی اصلاح وترمیم کے لیے داخل ہونا اور ٹھہرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں مسجد کی مصلحت ہے، اسی طرح لیکچر سننے کے لیے بھی جانا جائز ہے جو ممکن ہے کہ اس کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ خود اللہ کے رسول ﷺ نے ثمامہ بن اثال کو مسجد ہی میں باندھا تھا۔

فرض اور سنت نمازوں کی ادائیگی میں فرق

سوال: کیا فرائض اور سنتوں کی ادائیگی میں کوئی فرق ہے؟ مثلاً جب ہم ظہر کی چار رکعت فرض ادا کرتے ہیں تو دو رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ملاتے ہیں جبکہ باقی دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں، اب اگر ہمیں ظہر میں فرض سے قبل چار رکعت سنت کی ادائیگی کرنی ہو تو کیا پہلی دو رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملائیں گے اور آخری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں گے۔ براہ کرم بالتفصیل جواب دیں۔ (آفتاب عالم ندوی۔ کٹکو، صجان)

جواب: افضل یہ ہے کہ رات اور دن کی سنتیں اور نوافل دو دو رکعت کرکے ادا کئے جائیں کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: صلاۃ اللیل والنھار مثنی مثنی ''رات اور دن کی نماز دو دو رکعت کرکے ادا کی جائے'' (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور ایسی حالت میں دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ بھی پڑھنی چاہیے۔

البتہ ظہر کی چار رکعات کو ایک سلام میں بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی بنیاد پر کہ اللہ کے رسول ﷺ زوال کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے اور آخری رکعت میں ہی سلام پھیرتے تھے۔'' (ترمذی۔ وقال الالبانی: اسنادہ صحیح)

لہٰذا اگر کوئی ایک ہی ساتھ چار رکعات ادا کر رہا ہو تو اس میں بعض علماء تشہد کرنے کے قائل ہیں اور اس صورت میں دوسری آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ نہیں پڑھی جائے گی جبکہ دوسرے علماء تشہد کے بغیر ایک ہی سلام میں چار رکعت ادا کرنے کے قائل ہیں اور اس صورت میں چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورتیں پڑھی جائیں گی۔ بہرکیف اس مسئلہ میں وسعت اور گنجائش ہے۔

دو احادیث کے بیچ تطبیق کی صورت

سوال: سنجیدگی یا مذاق میں نکاح، طلاق اور رجعت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ حدیث میں آتا ہے کہ بغیر ولی اور دو گواہوں کے نکاح نہیں۔ ان دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہو سکتی ہے دلائل کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔؟

(شعیب رومی، وفرہ)

جواب: جمہور اہل علم کی رائے ہے کہ مذاق یا سنجیدگی کی طلاق، نکاح اور رجعت معتبر سمجھی جائے گی جیسا کہ حدیث ہے: ''تین چیزیں سنجیدگی میں بھی حقیقت ہیں اور مذاق میں بھی حقیقت ہیں' نکاح، طلاق اور رجوع کرنا''۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وحسنہ الالبانی فی الارواء 1826)

اور منطقی ناحیہ سے بھی طلاق واقع ہو جانی چاہیے ورنہ لوگ دل لگی کرنے کا بہانا بنا کر شریعت کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگیں گے کہ میرا ارادہ طلاق کا تو نہیں تھا۔ رہی دوسری حدیث کہ ''بغیر ولی اور دو گواہ کے نکاح صحیح نہیں ہوتا'' تو یہ بھی صحیح ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل (صحیح الجامع 7557) ''ولی اور دو منصف گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''

اور دونوں احادیث میں اصلاً کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ولی اور دو گواہوں کی موجودگی ہر حالت میں ضروری ہے، جب سنجیدگی میں نکاح ہو رہا ہو تو وہاں صحت نکاح کے لیے ولی اور دو گواہ کی ضرورت پڑتی ہے تو مذاق میں یہ لفظ بولتے وقت بدرجہ اولی ولی اور دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہوگی، خلاصہ یہ کہ اگر کوئی شخص ولی اور دو منصف گواہ کے سامنے سنجیدگی یا مذاق میں نکاح کے الفاظ بول دیتا ہے تو اس کا نکاح معتبر مانا جائے گا۔

دوران خطبہ امام کی دعا پر ہاتھ اٹھا کر آمین کہنا

سوال: جمعہ کے دن جب امام دوران خطبہ دعا کر رہا ہوتا ہے تو لوگ ہاتھ اٹھا کر آمین کہتے ہیں، کیا ہاتھ اٹھانے کی مشروعیت حدیث سے ثابت ہے؟ (شیخ عبدالرشید، وفرہ)

جواب: یہ مسئلہ جب شیخ ابن عثیمینؒ سے پوچھا گیا کہ جمعہ کے دن دوران خطبہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا حکم کیا ہے؟ تو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھا: جمعہ کے دن دوران خطبہ ہاتھ اٹھانا مشروع نہیں، جب بشر بن مروان نے خطبہ جمعہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو صحابہ نے ان پر نکیر کیا تھا۔

لیکن اس سے بارش کے لیے دعا کو مستثنی مانا جاتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بارش کے لیے دعا کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں ہاتھ اٹھایا تھا، اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔

اس کے علاوہ خطبۂ جمعہ میں دعا کے وقت ہاتھ نہیں اٹھانے چاہئیں۔ (فتاوی ارکان اسلام 392)

شیخ عبدالرؤوف بن عبدالحنان الاشرفی نے اس موضوع پر حکم رفع الأیدی فی دعاء خطبة الجمعة کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں انہوں نے دوران خطبہ امام کی دعا پر ہاتھ اٹھا کر آمین کہنے کو بدعت قرار دیا ہے۔

MAY.indd 18 5/13/12 10:17 AM

سنئے! آپ کا بچہ آپ سے کیا چاہتا ہے؟

تحریر و تحقیق: اشتیاق احمد

بچوں کی چاہت، بچوں کی شکایتیں اور بچوں کے جذبات کی عکاسی پر مشتمل تجزیہ کی یہ پانچویں قسط پیش خدمت ہے جسے بچوں کی زبانی نقل کیا گیا ہے، تو لیجئے بغور پڑھئے اور بچوں کے تئیں اپنے رویہ پر نظر ثانی کیجئے:

- مجھے خوشگوار موڈ میں ہی پڑھائیں، تھک جاؤں تو کھیلنے کودنے کا موقع ضرور دیں۔
- روکر اپنا مطالبہ منوانے سے مجھے آپ کی شخصیت کے کمزور پہلو سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔
- آپ کا جارحانہ اندازِ گفتگو میری عزت نفس مجروح کرتا ہے اور مجھ میں نفرت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ براہ مہربانی اسے بدل ڈالیں۔
- کسی دن ہم سب مل کر گھر کی صفائی کریں۔ کتنا مزہ آئے گا اگر ہم سب کے بال اور کپڑے مٹی سے اٹ جائیں، اس میں ہچکچاہٹ کی کون سی بات ہے؟ کیا ہمارے پیارے رسول ﷺ نے نہیں فرمایا کہ ''صفائی نصف ایمان ہے؟''
- مجھے تربیت دیں کہ جو کچھ میں ہوں وہی کچھ دوسروں کے سامنے ظاہر کروں۔
- صبح سویرے مجھے خود بخود اور بروقت نیند سے بیدار ہونے کیلئے ذہنی طور پر آمادہ کریں تا کہ آپ کو میرے سرہانے کھڑے ہوکر چیخنا چلانا نہ پڑے۔
- میرے لیے غیر حقیقی منزلوں کا تعین نہ کریں۔ میرے ذہنی رجحان کو دیکھیں کہ میں کہاں جانا چاہتا / چاہتی ہوں۔ اور پھر وہاں تک پہنچنے میں میری مدد کریں۔
- اگر میری سیکھنے کی رفتار آپ کی توقع سے کم ہو تو پریشان ہونے کی بجائے اس تصور کو ذہن میں اجاگر کریں کہ میں ابھی بچہ ہوں۔
- اپنے فرائض منصبی انتہائی دیانت داری اور محبت سے ادا کریں اس میں آپ کے ساتھ ساتھ میری بھی عزت ہے۔
- زندگی کی دوڑ میں مجھے مقابلے پر اترنا سکھائیں اور یہ بھی بتائیں کہ دور حاضر میں اس دوڑ کو جیتنے کیلئے کس قدر محنت کی ضرورت ہے؟
- مجھ پر اچھے طریقے سے واضح کر دیں کہ میں آپ کی کون سی قیمتی اور ذاتی اشیاء کو استعمال نہ کروں۔
- مجھے اپنی آمدنی اور اخراجات سے آگاہ کریں تا کہ میں اپنے بے جا مطالبات کو لگام دے سکوں۔
- مجھ پر اعتماد کریں اور قسمیں کھا کر یقین دلانے کا عادی نہ بنائیں۔
- مجھے بتائیں کہ ہم مسلمان دنیا میں کیوں کمزور ہیں؟ جدید علوم و فنون اور ایجادات میں ہم ترقی یافتہ اقوام سے کیوں پیچھے ہیں؟ کیا ان علوم و فنون کو ہم نہیں سمجھ سکتے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں کمزور دماغ عطا کئے ہیں؟
- مجھے دوسرے بچوں سے چھپ چھپ کر کھانے کیلئے نہ کہیں، کیا آپ کو معلوم ہے اس طرح میری کیسی تربیت ہوتی ہے؟
- مجھے اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ اپنے اور دوسروں کے گھروں کے سامنے پھینکنا برا لگتا ہے۔
- مجھے مار پیٹ کی بجائے اپنے اخلاقی رعب سے کنٹرول کریں۔
- آپ کا میرے لیے سب سے قیمتی تحفہ میری تعلیم و تربیت ہے۔
- جب آپ کا کسی سے ملنے کا ارادہ ہو تو مجھ سے یہ کہہ کر جھوٹ نہ بلوائیں کہ ''ابو/امی گھر پر نہیں ہے۔''
- مسائل کی بھاپ کو اپنے دماغ کے پریشر کُکر میں جمع نہ ہونے دیں، اپنی پریشانیوں کو ہم اہل خانہ میں بانٹ کر اسے نکلنے کا موقع دیں۔
- میری غلطیوں کو مفروضوں کے ساتھ نہ جوڑیں اور ایسا نہ کہیں کہ "اگر تمہیں ہی یہ سب کچھ کرنا ہو تو.....؟" آپ ہی بتائیں اس مفروضہ نما سوال کا کیا جواب ہوسکتا ہے؟
- آپ کا محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرنا، بوسہ لینا اور میرے گالوں کو تھپتھپانا مجھے اچھا لگتا ہے۔
- غصے کی حالت میں مجھے ایسے جملے نہ کہیں کہ بعد میں آپ اپنے ہی آپ میں شرمندگی محسوس کرنے لگیں۔
- جب آپ میری تعریف اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں تو میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنی بساط سے بڑھ کر کام کروں۔
- مہربانی فرما کر باہر کے مسائل گھر نہ لائیں۔



- ویسے تو میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے دائیں ہاتھ سے، اپنے سامنے سے اور بسم اللہ پڑھ کر ہی کھاتا / کھاتی ہوں ہاں! اگر کبھی بھول جاؤں تو براہ مہربانی مجھے یاد ضرور کروائیں۔
- میری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے آپ اپنے غصے اور نفرت میں صرف ہونے والی بہت سی توانائی ضائع ہونے سے بچا سکتے ہیں۔
- مجھے دوسروں کے ساتھ مل جل کر اور رواداری سے رہنے کی تربیت دیں۔
- کام کے دباؤ میں بھی اپنے آپ کو کنٹرول کریں کیونکہ سب سے زیادہ تنقید اور ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا مجھے اسی وقت کرنا پڑتا ہے۔
- میں آپ کے کردار کو آئینے کی طرح صاف اور شفاف دیکھنا چاہتا / چاہتی ہوں حتیٰ کہ آپ کے کپڑے پر لگا ہوا کوئی داغ بھی منظور نہیں۔
- میرے محدود سے حلقۂ احباب میں ایک آپ ہی تو ہیں جس کا ہر عمل میرے لیے نمونہ ہے۔
- مجھ سے عام فہم زبان میں گفتگو کریں۔ بھاری بھرکم فقرے اور جملے بول کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کریں۔
- مجھے جسمانی قوت کی بجائے تعلیم و تربیت کی قوت کے ذریعے اپنی اطاعت پر آمادہ کریں۔
- مجھے ایسے کھلونے لا کر دیں جو میری تعلیم و تربیت میں مددگار ثابت ہوں۔ (جاری)

MAY.indd 19 5/13/12 10:17 AM

''نومسلموں سے متعلقہ فقہی مسائل'' کے موضوع پر ماہانہ پروگرام

ادارہ



IPC میں نومسلم بھائیوں کے لیے مختلف زبانوں میں ہر ہفتہ تربیتی کلاسیز منعقد ہوتے ہیں جن سے ان کا ایمان مضبوط ہوتا اور دینی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ کلاسیز میں جدت لانے کے لیے ہر ماہ مختلف نوعیت کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں، چنانچہ حسب روایت گزشتہ ماہ ''نومسلموں سے متعلقہ فقہی مسائل'' کے موضوع پر بذریعہ پاور پوائنٹ ایک لکچر پیش کیا گیا جس میں ہندی اور نیپالی زبان کے 25 سے زائد نومسلم بھائیوں نے شرکت کی۔ شرکاء میں جن نومسلم بھائیوں نے اہل خانہ اور دیگر غیر مسلموں تک اسلام پہنچانے میں کلیدی رول ادا کی تھی، انکی ہمت افزائی کے لیے انہیں انعامات سے بھی نوازا گیا۔

پروگرام کے آغاز میں مولانا محمد شاہ نواز محمدی صاحب نے دعوت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اسلام ہی دین حق ہے، اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کا متلاشی ہوگا وہ دنیا و آخرت میں خائب وخاسر رہے گا، اسلام کی اس بیش قیمت اور گرانقدر نعمت کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔'' پھر آپ نے نومسلم بھائیوں سے گذارش کی کہ ''جس طرح آپ اس عظیم نعمت کے سایہ میں زندگی گزار رہے ہیں اسی طرح آپ کے اندر یہ تڑپ پیدا ہونی چاہیے کہ آپ کے اہل خانہ اور آپ کے متعلقین اس نعمت سے مالا مال ہوجائیں۔''



پروگرام کے دوسرے مقرر مولانا صفات عالم محمد زبیر تیمی صاحب نے نومسلموں سے متعلقہ فقہی مسائل کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے نومسلم بھائیوں کو چند نصیحتیں کیں، اس کے بعد اسلام قبول کرنے کا طریقہ اور اس کے تئیں غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اسلام دل کی تصدیق اور زبان سے شہادت دینے کا نام ہے جس کے لیے مجمع عام میں کلمہ پڑھنا بھی ضروری نہیں، اور صحت اسلام کے لیے ختنہ کرانا ضروری ہے اور نہ گوشت کھانا۔'' آپ نے مزید فرمایا کہ ''قبول اسلام کے پہلے ہی دن سے فرائض کی پابندی لازم ہے کہ شہادت دراصل عمل کا تقاضا کرتی ہے۔'' مصلحت کے تحت اسلام کو چند دنوں تک خفیہ رکھنے، غیر مسلم خاندان سے معاملہ کرنے کے حدود سے متعلقہ مسائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے میاں بیوی پر قبول اسلام کے اثرات بیان کیا کہ ''اگر بیوی اہل کتاب ہے تو اسلام قبول کئے بغیر ازدواجی زندگی گزاری جاسکتی ہے لیکن اگر بیوی کا یا دونوں کا تعلق غیر اہل کتاب سے ہے تو تین مہینہ کے بیچ میں اگر شوہر یا بیوی اسلام قبول کرلیں تو ازدواجی زندگی باقی رہے گی ورنہ رشتہ زوجیت خود بخود ختم ہوجائے گا''۔ آپ نے نومسلم بھائیوں کو ہجرت کرنے کی بھی تاکید کی اور کہا کہ ''بچوں کی تربیت اور دینی ماحول کی اہمیت کے پیش نظر ہر نومسلم بھائی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے قریبی مسلم علاقے میں بسنے کے لیے ابھی سے منصوبہ بندی شروع کردے۔ اور اس سلسلے میں پیش آنے والی پریشانیوں کو اسلام کی حفاظت کے لیے انگیز کرے۔'' آپ نے وراثت سے متعلقہ مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مسلم اور کافر کے بیچ وراثت نہیں ہوتی اس لیے ہمیں اپنی کمائی کی سرمایہ کاری کی طرف ابھی سے دھیان دینا ہے۔'' نومسلم بھائیوں کے مختلف سوالات کے جوابات پر پروگرام کا پہلا سیشن ختم ہوا۔ پروگرام کے دوسرے سیشن میں چند ممتاز نومسلم بھائیوں کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی جس کے حاضرین پر گہرے اثرات مرتب ہوئے:



گوا کے عمر بھائی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ: ''میں نے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد اپنی منگیتر کو بذریعہ انٹرنیٹ اسلام کے بارے میں قائل کرنا شروع کیا بالآخر وہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہوگئیں، چنانچہ میں نے ان کو کویت بلایا اور IPC کے تعاون سے قبول اسلام کی کاروائی اور شادی کا سارا معاملہ آسان ہوگیا۔ الحمدللہ ابھی ہم اپنی اہلیہ اور دو بچوں کے ساتھ اسلام کے سایہ میں خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔

بنگلور کے ابراہیم بھائی نے نومسلم بھائیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہم سب کا دوسرا ٹارگیٹ ہمارے اہل خانہ ہونے چاہئیں۔ الحمدللہ ہماری اب تک کی کوشش سے پچاس سے زائد لوگوں نے اسلام کی سعادت حاصل کی ہے اور ہم نے اسلامی ماحول میں اپنے بچوں کی تربیت کی ہے، ہمارا بڑا بچہ میڈیکل، دوسرا انجینیرنگ اور تیسری بچی انٹر کررہی ہے۔''



نیپال کے عمر بھائی جن کی پوری فیملی مسلم معاشرے میں ضم ہوچکی ہے اور ان کا بڑا لڑکا ازہر یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانے والا ہے۔ انہوں نے قبول اسلام کے بعد نیپال کا پہلا سفر کیا تو اپنے گاؤں کے لوگوں کو دعوت دے کر اپنے پاس بلایا اور جب کھانا سے فارغ ہوگئے تو ان کے سامنے نہایت حکمت کے ساتھ اسلام کا تعارف کرایا، جس کے زیر اثر 8 آدمیوں نے اسلام کی سعادت حاصل کی۔ مستقبل میں ان کی پلاننگ ہے کہ نیپال میں رہ کر غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں۔

بہار کے سہیل بھائی جنہوں نے قبول اسلام کے بعد مسلم گھرانے کی ایک نیک لڑکی سے شادی کی اور ابھی مسلم معاشرے میں رہ رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ''میں نے یتیمی کی حالت میں بچپن گزارا، چچا اور چچی نے بڑی زیادتی کی یہاں تک کہ بچپن سے ہی روزی روٹی کی تلاش میں باہر رہنے لگا، بالآخر اللہ پاک نے کویت میں آنا نصیب فرمایا اور یہیں اسلام کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔''

MAY.indd 20 5/13/12 10:17 AM

شورشِ بربط و نَے

پہلی آواز

اب سعی کا امکاں اور نہیں پرواز کا مضموں ہو بھی چکا
تاروں پہ کمندیں پھینک چکے، مہتاب پہ شبخوں ہو بھی چکا
اب اور کسی فردا کے لیے ان آنکھوں سے کیا پیماں کیجے
کس خواب کے جھوٹے افسوں سے تسکینِ دلِ ناداں کیجے
شیرینیِ لب، خوشبوئے دہن، اب شوق کا عنواں کوئی نہیں
شادابیِ دل، تفریحِ نظر، اب زیست کا درماں کوئی نہیں
جینے کے فسانے رہنے دو، اب ان میں الجھ کر کیا لیں گے
اک موت کا دھندا باقی ہے، جب چاہیں گے نپٹا لیں گے
یہ تیرا کفن، وہ میرا کفن، یہ مری لحد، وہ تیری ہے
ہستی کی متاعِ بے پایاں ، جاگیر تری ہے نہ میری ہے

دوسری آواز

اس بزم میں اپنی مشعلِ دل بسمل ہے تو کیا، رخشاں ہے تو کیا
یہ بزم چراغاں رہتی ہے، اک طاق اگر ویراں ہے تو کیا
افسردہ ہیں گر ایام ترے، بدلا نہیں مسلکِ شام و سحر
ٹھہرے نہیں موسمِ گل کے قدم ، قائم ہے جمالِ شمس و قمر
آباد ہے وادیِ کاکل و لب، شاداب و حسیں گلگشتِ نظر
مقسوم ہے لذتِ دردِ جگر، موجود ہے نعمتِ دیدۂ تر
اس دیدۂ تر کا شکر کرو، اس ذوقِ نظر کا شکر کرو
اس شام و سحر کا شکر کرو، اس شمس و قمر کا شکر کرو

پہلی آواز

گر ہے یہی مسلکِ شمس و قمر ان شمس و قمر کا کیا ہوگا
رعنائیِ شب کا کیا ہوگا، اندازِ سحر کا کیا ہوگا
جب خونِ جگر برفاب بنا، جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں
اس دیدۂ تر کا کیا ہوگا، اس ذوقِ نظر کا کیا ہوگا
جب شعر کے خیمے راکھ ہوئے، نغموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں
یہ ساز کہاں سر پھوڑیں گے، اس کلکِ گہر کا کیا ہوگا
جب کنجِ قفس مسکن ٹھہرا، اور جیب و گریباں طوق و رسن
آئے کہ نہ آئے موسمِ گل، اس دردِ جگر کا کیا ہوگا

دوسری آواز

یہ ہاتھ سلامت ہیں جب تک، اس خوں میں حرارت ہے جب تک
اس دل میں صداقت ہے جب تک، اس نطق میں طاقت ہے جب تک
ان طوقِ سلاسل کو ہم تم، سکھلائیں گے شورشِ بربط و نَے
وہ شورش جس کے آگے زبوں ہنگامۂ طبلِ قیصر و کَے
آزاد ہیں اپنے فکر و عمل بھر پور خزینہ ہمت کا
اک عمر ہے اپنی ہر ساعت، امروز ہے اپنا ہر فردا
یہ شام و سحر یہ شمس و قمر، یہ اختر و کوکب اپنے ہیں
یہ لوح و قلم، یہ طبل و علم، یہ مال و حشم سب اپنے ہیں

(فیض احمد فیض)

MAY.indd 21 5/13/12 10:17 AM

زندگی میں کبھی کسی کو مت ستانا،

شاید آپ طاقتور ہو

مگر مت بھولو

وقت آپ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

وقت کبھی بھی بدل سکتا ہے

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں

ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

